لاہور
ہفت روزہ

ندائے خلافت

31

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
31 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

17 تا 23 محرم الحرام 1444ھ/16 تا 22 اگست 2022ء

کیا واقعی ہم آزاد ہیں؟

جشن آزادی کا دن گزرا، سب نے بہت جوش خروش سے منایا۔ باجے بجائے، گانے لگائے، آتش بازی کی، خوشیاں منائی گئی، جی ہم آزاد ہیں۔ بالکل ہم آزاد تو ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم اخلاقیات سے بھی آزاد ہیں؟ کیا ہم احساسات سے بھی آزاد ہیں؟ اور کیا ہم احترام سے بھی آزاد ہیں؟ ہم آزاد تو ہیں لیکن غلام ہیں ہم نفس کے، سوچ کے اور جہالت کے تو جناب بہت ہی افسوس سے لکھنا پڑھ رہا ہے کہ ہم اپنی آنے والی نسلوں کو کیا سوچ دے رہیں؟ آزادی کو کس چیز سے تشبیہہ دے رہے ہیں؟ ہم آزادی کو آزاد پنچھی کی طرح سمجھنے کی بجائے آزاد جنگلی جانور کی طرح سمجھ رہے ہیں تو پھر اشرف المخلوقات انسان اور حیوانات میں فرق کیا؟ کیا آزادی صرف باجا بجانا، موٹر سائیکل کا سائلنسر نکال کر شور شرابہ کرنا، ڈانس کرنا اور بے جا لوگوں کو تنگ کرنے کا نام ہے کیا؟ کیا جھنڈا لہرانا اور فضولیات ہی آزادی ہے۔ آپ کے کتنے بچوں کو علم ہے کہ پاکستان کیوں بنا؟ افسوس اگر آپ اپنے بچے کو باجا لے کر دینے کی بجائے یہ بتاتے کہ ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ''

اس کو بتاتے کہ یہ جھنڈا کیوں لہرایا جا رہا ہے۔ اپنے بچوں کو بتاتے کہ قائداعظم محمد علی جناح نے 18 لاکھ بندے کیوں شہید کروائے۔ اپنے بچوں کو بتاتے کہ 70 ہزار مسلمانوں کی بہن بیٹیاں کیوں اٹھا کر لے گئے سکھ ہندو۔ اپنے بچوں کو بتاتے کہ مسلمانوں نے اپنی بیٹیوں کے گلے کیوں کاٹے۔ اپنے بچوں کو بتائیں کہ مسلمانوں کی بہن بیٹیوں نے دریاوں اور کنوؤں میں کیوں چھلانگ لگائی۔ یہ بتائیں ساری قوم کو کہ پاکستان کتنی قربانیوں سے بنا اور ان قربانیوں کو ہم فضولیات میں رائیگاں نہیں جانے دیں گے۔ ان قربانیوں کی باجے بجا کر تذلیل نہیں کریں گے۔

بتائیں اپنی اولادوں کو کہ 1857ء سے لے کر 1947ء تک کتنے علماء کرام اور مشائخ پھانسی چڑھے۔ کیا پاکستان اسی لیے آزاد ہوا تھا کہ آپ فضولیات کریں۔ کیا لاکھوں شہداء کا خون ہم رائیگاں جانے دیں گے۔ اگر آپ حقیقی معنوں میں آزادی چاہتے ہیں تو پھر بجائے فضولیات کے آپ معاشرے میں آزادی کی فضا قائم کریں۔ غلامانہ سوچ سے آزادی، نفس سے آزادی، گناہوں سے آزادی، معاشرے کی ہر برائی سے آزادی، طاقتور اور کمزور کے فرق سے آزادی، رشوت خوری سے آزادی، سمگلنگ سے، ناجائز تجاوزات سے اور منشیات سے آزادی، تو پھر آپ صحیح معنوں میں آزاد ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ وطن عزیز کو تا قیامت سلامت رکھے۔ دشمنان پاکستان اور دشمنان اسلام کے شر سے محفوظ رکھے اور ہماری قوم کو ہدایت دے اور حقیقی معنوں میں گناہوں سے اور ہر برائی سے اور ہر قسم کی مشکلات سے آزادی عطا فرمائے۔ آمین

ثاقب محمود

اس شمارے میں

سالِ نو...... (2)
خود احتسابی زندہ قوموں کا شعار
امیر سے ملاقات (6)
ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس
کوئی چارہ ساز ہوتا....
Revitalization of Faith:...

فرعون کی غضبناکی اور جادوگروں کی ثابت قدمی

سورۃُ الشُّعَرَاء | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:49 تا 51

قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَہٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ ۚ اِنَّہٗ لَکَبِیۡرُکُمُ الَّذِیۡ عَلَّمَکُمُ السِّحۡرَ ۚ فَلَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۬ؕ
لَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿ۚ۴۹﴾ قَالُوۡا لَا ضَیۡرَ ۫ اِنَّاۤ
اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿ۚ۵۰﴾ اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ اَنۡ کُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿ؕ۵۱﴾

آیت:۴۹ ﴿قَالَ اٰمَنۡتُمۡ لَہٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ ۚ﴾ ’’فرعون نے کہا: کیا تم لوگ ایمان لے آئے ہو اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دیتا!‘‘

فرعون نے کہا کہ تمہاری یہ جرأت کہ میری اجازت کے بغیر تم لوگوں نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے رب پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا!

﴿اِنَّہٗ لَکَبِیۡرُکُمُ الَّذِیۡ عَلَّمَکُمُ السِّحۡرَ ۚ﴾ ’’یقیناً یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔‘‘

مجھے تمہاری سازش کا پتا چل گیا ہے۔ یقیناً یہ تمہارا استاد ہے جس سے تم جادو سیکھتے رہے ہو۔ تمہارا یہاں آنا اور مقابلہ کرنا محض ایک ڈھونگ تھا اور اب اس سے یوں تمہارا ہار مان لینا تمہاری باہمی ملی بھگت کا نتیجہ ہے۔

﴿فَلَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۬ؕ﴾ ’’تو بہت جلد تمہیں (اس کا انجام) معلوم ہو جائے گا۔‘‘

﴿لَاُقَطِّعَنَّ اَیۡدِیَکُمۡ وَ اَرۡجُلَکُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ وَّ لَاُصَلِّبَنَّکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿ۚ۴۹﴾﴾ ’’میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں کاٹ ڈالوں گا مخالف سمت سے اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔‘‘

آیت:۵۰ ﴿قَالُوۡا لَا ضَیۡرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ﴿ۚ۵۰﴾﴾ ’’انہوں نے کہا: کوئی پروا نہیں! یقیناً ہم اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جانے والے ہیں۔‘‘

آیت:۵۱ ﴿اِنَّا نَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰیٰنَاۤ﴾ ’’یقیناً ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو بخش دے گا‘‘

اب ہماری ایک ہی خواہش ہے کہ ہمارا ربّ ہماری پچھلی خطاؤں سے درگزر فرمائے۔

﴿اَنۡ کُنَّاۤ اَوَّلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿ؕ۵۱﴾﴾ ’’کہ ہم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔‘‘

کہ ہم نے سب سے پہلے اللہ کے رسولؑ کی تصدیق کی ہے اور کوئی دوسرا اس معاملے میں ہم پر سبقت نہیں لے جا سکا۔

درس حدیث

صدقہ کی برکات

عَنۡ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((اِنَّ الصَّدَقَۃَ لَتُطۡفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدۡفَعُ مِیۡتَۃَ السُّوۡءِ))
(رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ’’صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔‘‘

تشریح: صدقہ ایک بہترین عمل ہے۔ صدقہ کئی بھلائیوں کے دروازے کھولتا ہے اور کئی برائیوں کے دروازے بند کرتا ہے۔ صدقہ عمر اور مال میں برکت کا ذریعہ ہے۔ صدقہ بلاؤں کو روکتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

سال نو..... (2)

گزشتہ شمارے میں ہم نے سال نو کے آغاز پر ملکی صورتِ حال پر تبصرہ کیا تھا اور سال بھر میں متوقع واقعات اور خدشات کا ذکر کیا تھا۔ اسی پس منظر میں اب عالمی حالات پر بات کریں گے۔ بین الاقوامی حالات کا سرسری جائزہ ہی اس بات کی نشاندہی کر دیتا ہے کہ دنیا اس وقت بارود کے ایک ڈھیر پر بیٹھی ہوئی ہے اور کئی ممالک دیا سلائی جلانے کی کوشش میں مشغول نظر آتے ہیں۔ ایک طرف ''شیطان بزرگ'' امریکہ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے مقاصد کو آگے بڑھانے کی بھرپور کوشش میں مصروف ہے۔ جو بائیڈن کا حالیہ دورۂ اسرائیل اور پھر سعودی عرب اسی منصوبے کی ایک کڑی تھی۔ کون نہیں جانتا کہ ناجائز صہیونی ریاست کا اصل ہدف گریٹر اسرائیل کا قیام ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے وہ خود بھی جنگ وجدل میں مصروف رہتا ہے اور اپنے پشتی بان امریکہ کو بھی مشرق وسطیٰ میں جنگوں میں جھونک دیتا ہے اور امریکہ ایک اچھے غلام کی طرح اسرائیل کی ہر خواہش پر 'آمَنَّا و صَدَّقْنَا' کہتا ہے۔ پھر ''ابراہیم اکارڈز'' کے نام پر دیگر عرب ممالک کو رام کرنے کی چال چلی جا رہی ہے۔ جو بائیڈن کے دورۂ سعودی عرب میں جہاں ایک طرف تیل کی پیداوار میں اضافے، انسانی حقوق خاص طور پر جمال خاشقجی کے معاملے پر سرزنش اور ایران کے خلاف ایک محاذ بنانا مقصود تھا تو دوسری طرف اسرائیل کو تسلیم کروانے کی بھی بھرپور جدوجہد کی گئی۔ اگرچہ سعودی عرب نے اسرائیل کے لیے اپنی فضائی حدود کھول دیں جو انتہائی قابل تشویش ہے البتہ جو بائیڈن کو اس کے علاوہ کسی بھی معاملے میں خاصی کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بائیڈن کے دورۂ سعودی عرب کو اگر بہت سے حوالوں سے ناکام قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ 1973ء کے oil embargo کے بعد شاید پہلی مرتبہ سعودی عرب نے امریکہ کو سخت جواب دیا ہے۔

دوسری طرف روس، یوکرائن جنگ کے اثرات دنیا بھر میں بری طرح محسوس کیے جا رہے ہیں۔ تیل اور گیس کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ تجزیہ نگاروں کی رائے میں خاص طور پر موسم سرما میں یورپ اور دیگر کئی ممالک کو تیل اور گیس کے شدید بحران کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ دوسری طرف گندم اور کھاد کا بھی بدترین بحران پیش آنے کا خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے۔ روس کی یہ جنگ مستقبل قریب میں ختم ہوتی دکھائی نہیں دے رہی اور عالمی معیشت پر اس کے منفی اثرات یقیناً پڑیں گے۔

امریکہ چین تنازعہ بھی بڑھتا دکھائی دے رہا ہے۔ امریکہ کے ایوان زیریں کی سپیکر نینسی پلوسی کا دورۂ تائیوان ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ بدستور ایک شر پسند اور بدمست ہاتھی کی طرح دنیا بھر میں فساد پھیلانے پر اُترا ہوا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ تائیوان چین کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور اگر گھی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلا تو پھر چین بھی اُنگلیاں ٹیڑھی کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ پھر امریکہ کا اس خطہ میں بڑا اتحادی بھارت ہے جو شر انگیزی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اسرائیل، امریکہ اور متحدہ عرب امارات کے ساتھ اُس کے دفاعی، معاشی اور عسکری معاہدے بڑھتے جا رہے ہیں۔ متحدہ عرب امارات کا

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: **اقتدار احمد** مرحوم

17 تا 23 محرم الحرام 1444ھ جلد 31
16 تا 22 اگست 2022ء شمارہ 31

مدیر مسئول: **حافظ عاکف سعید**
مدیر: **ایوب بیگ مرزا**
ادارتی معاون: **فرید اللہ مروت**

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کھل کر اسرائیلی کیمپ میں چلے جانا اُمت مسلمہ کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ جب اپنے ہی، گھر کو گرانے کی سازشوں کا حصہ بن جائیں تو غیروں سے کیا گلہ! چین کے ساتھ بھارت کے سرحدی تنازعات بھی حل ہونے کا نام نہیں لے رہے۔

جہاں تک افغانستان کا تعلق ہے تو افغان طالبان کو حکومت قائم کیے ایک برس ہو چکا۔ دنیا بھر کی مخالفت، بدترین معاشی بحران، برادر مسلم ممالک اور دوست ممالک کی طرف سے سرد مہری اور اندرونی طور پر داعش کے شرپسندوں جیسے چیلنجز کا سامنا ہے۔ اس کے باوجود

اللہ کو ہے پا مردیٔ مومن پر بھروسا

کے مصداق افغان طالبان اپنے نظریہ پر جمے ہوئے ہیں اور ملک کو آگے لے کر بڑھنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ حالیہ امریکی ڈرون حملہ میں مبینہ طور پر القاعدہ کے سربراہ ایمن الظواہری کو کابل میں شہید کر دیا گیا۔ امریکہ کا دوحہ معاہدے کی کھلے عام دھجیاں اُڑانا اور الزام افغان طالبان پر دھر دینا انتہائی تشویش ناک ہے۔ معلوم ہوتا ہے افغانستان کے حوالے سے امریکہ اپنی سٹریٹیجی پر ایک بار پھر نظر ثانی کرے گا۔ وہ افغانستان کو بلا روک ٹوک اور آزادی سے مکمل اسلامی نظام کے قیام کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھنا کبھی گوارا نہیں کرے گا۔ پاکستان میں رجیم چینج امریکہ کی افغانستان میں کس نئے انداز سے مداخلت کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔ PDM کی حکومت جس طرح امریکہ کے سامنے بچھ گئی ہے ممکن ہے کہ امریکہ اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آنے والے دنوں میں افغانستان پر فضائی حملوں کے لیے نہ صرف پاکستان کی فضاؤں کو استعمال کرے بلکہ پاکستان میں اڈوں کے قیام کے لیے دباؤ بھی ڈالے۔ اس حوالے سے موجودہ حکومت خاص طور پر وزیراعظم کی سوچ کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ عمران خان کا امریکہ کو اڈے دینے کے حوالے سے Absolutely not کہنا انتہائی غلط قرار دیتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ عملاً ایسا ہو گیا تو گویا ہم ایک مرتبہ پھر پرائی جنگ کو اپنے صحن میں گھسیٹ لائیں گے جس کا ہمیں بے پناہ نقصان ہوگا کیونکہ اب کی بار افغان ہماری یہ غلطی کسی صورت برداشت نہیں کریں گے۔ دوسری طرف ہم افغان طالبان کو بھی مشورہ دیں گے کہ اگرچہ اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ افغان طالبان نے 20 سال کی بھرپور عسکری جدوجہد کے بعد امریکہ جیسی سپر یم پاور آن ارتھ کو شکست دی۔ لیکن یہ سمجھ لینا کہ امریکہ اب ایک بڑی طاقت نہیں رہا بہت بڑی غلطی ہوگی۔ اللہ پر مکمل توکل اور بھروسا کرنے کے ساتھ ساتھ دشمن کی استعداد کو بھی اچھی طرح جانچنا ضروری ہے۔ امریکہ کی 2012ء سے جاری Pivot to Asia پالیسی اور 2018ء کی نیشنل ڈیفنس سٹریٹیجی اس بات کی واضح نشاندہی کرتی ہیں کہ امریکہ اگلی جنگوں کا میدان ایشیا کو بنانا چاہ رہا ہے۔ ہمارے خطے میں چین، افغانستان اور پاکستان اُس کے بڑے ہدف ہیں۔

پاکستان کا معاملہ یہ ہے کہ ہم شروع ہی سے امریکہ کے گھڑے کی مچھلی رہے۔ چاہے ایوب خان، ضیاء الحق یا مشرف کے مارشل لاء ہوں یا اُس سے پہلے اور بعد کی جمہوری حکومتیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ 2014ء کے بعد پاکستان نے اپنی پالیسی میں قدرے تنوع پیدا کرنا شروع کیا۔ چین ایک ابھرتی ہوئی طاقت تھی اور ہم نے امریکہ سے ذرا دوری اختیار کرتے ہوئے چین سے معاشی اور عسکری تعاون و روابط بڑھانے شروع کیے۔ یہ معاملہ اپنی جگہ توجہ طلب ہے کہ امریکہ کی گود سے اُٹھ کر چین کی گود میں مکمل طور پر بیٹھ جانے کی پالیسی کسی طور بھی مناسب نہیں۔ البتہ ایک فرق بہر حال واضح تھا کہ چین امریکہ کی طرح فوری اور کھلے عام نقصان پہنچانے کا قائل نہیں۔ چین کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے اور خطے میں امریکی اور بھارتی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے پاکستان کی بطور اتحادی ضرورت ہے۔ پاک، چین قربت کا بدرجہ اتم اظہار گزشتہ دور حکومت میں ملا جب امریکہ کو Absolutely Not بھی کہا گیا اور Democracy Summit میں شرکت سے بھی انکار کیا گیا۔ لیکن پھر بقول بعض تجزیہ نگاروں کے بیرونی سازش یا مداخلت آڑے آئی اور اب ہم ایک مرتبہ پھر امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بننے جا رہے ہیں۔ آئی ایم ایف کے سامنے سرنگوں ہیں اور وقتی اور ذاتی مفادات کی خاطر پھر اُس شاطر امریکہ کے ساتھ تعلقات بڑھا رہے ہیں جس نے تاریخ کے ہر موڑ پر ہمیں ڈسا۔ امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان بھارت کی بالادستی کو قبول کرے، اسرائیل کو تسلیم کرے، چین کے مقابلہ پر اُس کی مکمل مدد کرے، اپنا ایٹمی پروگرام رول بیک کر دے اور امریکہ کے ہر حکم پر من و عن عمل کرے۔

پاکستان کو سمجھنا ہوگا کہ دنیا اب دو کیمپوں میں واضح طور پر تقسیم ہوتی جا رہی ہے۔ ایک امریکہ کے زیر قیادت مغربی یورپ، بھارت اور اسرائیل کا بلاک ہے۔ دوسری طرف چین اور روس کی زیر قیادت ایک اُبھرتا بلاک ہے۔ ہم ہرگز یہ نہیں چاہیں گے کہ پاکستان ان دو میں سے کسی ایک بلاک کا باقاعدہ حصہ بنے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ فی الحال اگر امت مسلمہ کا تصور کوئی عملی شکل اختیار نہیں کر سکتا تو کم از کم کوئی باقاعدہ اسلامی بلاک ہی قائم ہو جائے جو عالمی سطح پر مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کرے۔ اگر مسلمان ممالک موجودہ حالات کے پیش نظر اس کم تر سطح پر بھی مجتمع نہیں ہو پاتے تو۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

خود احتسابی: زندہ قوموں کا شعار

حافظ عاکف سعید

یہ مضمون سابق امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کی پندرہ سالہ پرانی تحریر ہے۔ موجودہ حالات کے تناظر میں اس مضمون کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر قارئین ندائے خلافت کے لیے قندِ مکرر کے طور پر شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ...﴾ (الانبیاء:18)

یعنی ’’ہم حق کا کوڑا برساتے ہیں باطل کی پیٹھ پر تو اس کا دماغ باہر نکل آتا ہے اور وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے‘‘

علامہ اقبال نے قرآن مجید کی اس آیت کو شعری قالب میں ڈھالا ہے۔ کہتے ہیں ؎

صورتِ شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

وہ قوم جو ہر دور میں اپنے عمل کا احتساب کرنے کی عادی ہو‘ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ایک شمشیر کی مانند ہے‘ جس کے ذریعے ربّ کائنات دنیا میں اپنی برتری اور حکمرانی کا سکہ جماتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ باطل کا قلع قمع کرنے‘ اُسے نیست و نابود کرنے کے لیے ایسی قوم سے کام لیتا ہے جو سچائی کی علمبردار ہو۔ ایسی قوم کا ایک اہم وصف اقبال کے نزدیک یہ ہے کہ وہ ہر دور اور ہر زمانے میں اپنے عمل کا حساب کرتی ہے‘ اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں کا تجزیہ کرتی ہے‘ اپنے حالات کو بصیرت کی نگاہ سے دیکھتی اور اُن کی روشنی میں اپنے مستقبل کا لائحہ عمل طے کرتی ہے۔

ہم ہر سال یوم آزادی مناتے ہیں۔ آزادی کی خوشی میں روایتی جوش وخروش کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر کچھ پروگرام اور سیمینارز وغیرہ منعقد ہوتے ہیں۔ میڈیا پر صدر اور وزیر اعظم کے پیغامات نشر کیے جاتے ہیں اور شہروں کو قومی پرچموں اور جھنڈیوں سے سجا دیا جاتا ہے‘ اور بس! حالانکہ یوم آزادی ہو یا مصوّرِ پاکستان کے حوالے سے یوم اقبال‘ ان کا اصل پیغام خود احتسابی ہے۔ اگر ہم ایسا کریں تو یہ ہماری قوم کے زندہ ہونے کی دلیل ہوگی‘ ورنہ ہمارا شمار زندہ قوموں میں نہیں ہوگا‘ چاہے ہم کتنی ہی شان و شوکت کے ساتھ یہ ایام منالیں۔

خود احتسابی کا اوّلین تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی قومی زندگی کا تنقیدی جائزہ لیں۔ ہم اس بات پر غور کریں کہ جن مقاصد کے حصول کے لیے یہ خطۂ زمین حاصل کیا گیا تھا‘ اُن کے حصول کی ہم نے جدوجہد کی یا کہ انہیں بھلا دیا۔ پاکستان کے لیے جس منزل کا تعین کیا گیا تھا‘ اس کی جانب پیش رفت کی یا ہم الٹے پاؤں پھر گئے۔ ہم نے ہندوؤں سے الگ ’’قومیت‘‘ کی بنیاد پر علیحدہ ملک حاصل کیا تھا۔ نظریۂ پاکستان کی جان اسلام قرار پایا تھا۔ آزاد مسلمان سلطنت کا دستور قرآن حکیم بتایا گیا تھا‘ آیا ہم نے اسلام کے ضابطۂ حیات کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اختیار کیا‘ اسے دنیا کے لیے مینارۂ نور کے طور پر پیش کیا۔ اس پر سوچ بچار بہت ضروری ہے۔

پاکستان کو قائم ہوئے ساٹھ برس پورے ہو چکے ہیں۔ ہمیں بار بار خدائی عذاب کے جھٹکے لگ رہے ہیں۔ ہمیں اب تو ہوش میں آ جانا چاہیے‘ کچھ تو غور و فکر کرنا چاہیے۔ ہمارے حکمرانوں‘ سیاستدانوں اور علماء کو اپنے اندر یہ اخلاقی جرأت پیدا کرنی چاہیے کہ اپنا احتساب کریں کہ آیا انہوں نے اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا ہے یا نہیں! عوام میں یہ احساس پیدا ہونا چاہیے‘ وہ اپنا محاسبہ کریں کہ ان کی زندگی اسلامی نظریۂ حیات کے مطابق بسر ہو رہی ہے‘ یا اُس کے ضابطوں کے خلاف۔ حدیث رسول ﷺ ہے

((حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا)) (سنن الترمذی)

’’تم اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے۔‘‘

یہ حدیث ایک عمومی ہدایت ہے‘ جسے ہر فرد کو بھی اپنے سامنے رکھنا چاہیے اور قوم کو بھی! مدعا یہ ہے کہ اے لوگو! جب کل روزِ قیامت جب تمہارا محاسبہ ہوگا‘ اس سے پہلے اپنا حساب خود کرو‘ خود احتسابی کی عادت ڈالو۔ اس لیے کہ تم اس وقت امتحان کے کٹہرے میں کھڑے ہو۔ تمہیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ اگر احساس نہیں کرو گے تو سارا نقصان تمہارا ہوگا۔ تم اپنا مستقبل تباہ کرو گے۔ اپنی عاقبت برباد کرو گے۔

آیئے دیکھیں! قیامِ پاکستان کے وقت مسلمان ہندوستان کن حالات سے دوچار تھے؟ اور حصولِ پاکستان کا اصل مقصد کیا تھا؟ وہ کیا محرکات اور حالات تھے جب برصغیر کی مسلمان قوم ایک جھنڈے تلے جمع ہوئی‘ اور ’’پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ‘‘ کا نعرہ لگایا۔

سورۃ الانفال کی آیت نمبر 26 کا مضمون بالکل ان حالات کی عکاسی کرتا ہے جن حالات میں پاکستان قائم ہوا تھا۔ تحریک پاکستان کے زمانے میں مسلمانانِ ہند کے احوال کی اس آیت کے مضمون سے عجیب مشابہت ہے۔ فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝﴾

’’اور یاد کرو اُس وقت کو جب تم (تعداد میں) تھوڑے تھے‘ ملک میں مغلوب پڑے ہوئے تھے۔ تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک لیں گے۔ پھر اُس (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں ٹھکانا دیا اور اپنی مدد سے قوت دی اور تمہیں صاف ستھری چیزوں کا رزق دیا‘ تاکہ شکر کرو۔‘‘

ظاہر ہے کہ ہندوستان میں مسلمان تعداد میں کم تھے۔ وہ مغلوب ہو گئے تھے‘ اور اپنے ہی وطن میں بے بسی کا شکار تھے‘ کیونکہ متحدہ ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت تھی اور مسلمان اقلیت میں تھے۔ ہندوستان کے قابض حکمران انگریز بھی مسلمانوں کے دشمن تھے۔ ان کی دشمنی کا ایک سبب تو یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں‘ کو جو برصغیر پر حکومت کر رہے تھے‘ شکست دے کر یہاں کا اقتدار حاصل کیا تھا اور دوسری اور اصل وجۂ رقابت ان کی اسلام دشمنی تھی۔ یہود و نصاریٰ روزِ اوّل سے مسلمانوں اور ان کے دین کے دشمن ہیں۔ قرآن واضح طور پر بتا رہا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ...﴾ (المائدۃ:51)

’’اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو اپنے دوست نہ بناؤ (یہ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے) یہ ایک دوسرے کے

دوست ہیں‘‘۔

ہندوؤں اور انگریزوں نے گٹھ جوڑ کر رکھا تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں مسلمانوں کو دبایا جا رہا تھا۔ تعلیم‘ سرکاری ملازمتوں‘ کاروبار اور تجارت میں ترقی کے دروازے اُن پر بند تھے اور ہندو روز افزوں ترقی کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو اپنے قومی وجود اور اپنے تشخص کے مٹنے کا خطرہ تھا۔ انہیں اندیشہ تھا کہ ہندو انہیں اچک لے جائیں گے۔ اسلام کو اِس قدر شدید خطرہ لاحق تھا کہ برصغیر سے اُس کا نام ونشان مٹانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنانے کے لیے شدھی اور سنگھٹن جیسی انتہا پسند تحریکیں چل رہی تھیں۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو پناہ گاہ دی۔ پاکستان کی شکل میں ایک آزاد خطۂ زمین عطا فرمایا‘ وہ خطہ جس کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا تھا۔

پاکستان کا وجود میں آنا محال تھا۔ انگریز اور ہندو دونوں قیام پاکستان کے مخالف تھے اور مسلمان انتہائی کمزور تھے۔ اس کے علاوہ ایسے بیسیوں شواہد موجود ہیں کہ پاکستان ہرگز قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے باوجود معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ ہمیں خطۂ زمین عطا فرمایا اور انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات عطا فرمائی‘ تاکہ ہم آزاد مملکت میں خلافت کا نظام قائم کریں‘ اسلامی اصولوں کی بنیاد پر نظامِ معیشت ترتیب دیں‘ اپنی Social Values کو ترقی دیں۔ اللہ نے ہمیں بے شمار وسائل سے مالا مال کیا۔

آزادی کی اس نعمت عظیمہ کی بنا پر ہم پر لازم تھا کہ اللہ کا شکر بجا لاتے۔ شکر کا تقاضا یہ تھا کہ ہماری انفرادی زندگی بھی اس بات کی گواہی دیتی کہ ہم واقعتاً سچے مسلمان ہیں۔ ہمارا طرزِ زندگی اللہ تعالیٰ کی کامل بندگی کا نمونہ ہوتا۔ ہم ’’اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ‘‘ کی مثال بنتے‘ تاکہ دنیا ایک بندہ مومن کا کردار ملاحظہ کرتی اور یہ دیکھتی کہ مومن کے نزدیک اصل اہمیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے۔ اس کی منزل دنیا نہیں‘ آخرت ہے۔

شکر کا دوسرا تقاضا یہ تھا کہ ہم اجتماعی سطح پر دین کو قائم کرتے‘ اسلام کے عدلِ اجتماعی کا کامل نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرتے۔ وطن عزیز کو پان اسلام ازم اور اسلام کے عالمی غلبے کی بنیاد بناتے۔ یہ نہ صرف یہ کہ رب کے شکر کا لازمی تقاضا تھا بلکہ ہمارا بنیادی دینی فریضہ بھی تھا۔ اِسی لئے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے اپنی متعدد تقاریر میں اسلامی حکومت کی بات کی تھی۔ دستورِ پاکستان کے سوال پر انہوں نے دوٹوک کہا تھا کہ ہمارا دستور قرآن ہو گا‘ جو چودہ سو سال پہلے ہمیں عطا کر دیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست کے لئے ان کے سامنے آئیڈیل دور خلافت راشدہ کا تھا۔ مگر افسوس کہ ہم نے ناشکری کی اور انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر کفرانِ نعمت کی روش اپنائے رکھی۔

افراد کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو آج بحیثیت مجموعی معصیت‘ نافرمانی اور دین سے دوری کا چلن عام ہے۔ اگرچہ سوسائٹی میں صاحب کردار لوگ بھی موجود ہیں‘ مگر اُن کی شرح بہت کم ہے۔ عام مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ دو ٹکے کا فائدہ نظر آئے تو اپنا ایمان بیچ دیتے ہیں۔ معاشرتی سطح پر اسلامی تعلیمات کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ معاشی میدان میں ہم دوسروں کے حقوق غصب کرنے کے لیے قرآن کا جھوٹا حلف اٹھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ دنیا پرستی اور مفاد پرستی کا زہر پورے معاشرے میں سرایت کر چکا ہے۔ عوام ہوں یا حکمران‘ سیاستدان ہوں یا علماء کا طبقہ‘ کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں۔ دینداری کے نام پر بھی دنیاداری ہو رہی ہے۔ اندریں حالات جب تک ہم اپنے اعمال اور کردار کی اصلاح نہیں کرتے‘ بلکہ ایک طبقے کو مطعون کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ساری خرابی اور سارے مسائل کی جڑ حکومت ہے‘ ہماری حالت تبدیل نہ ہوگی۔

ہماری ناشکری کی انتہا یہ ہے کہ وہ نظریہ جس کی بنیاد پر ہم نے پاکستان حاصل کیا‘ اسی کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دیے گئے۔ ہمارے نام نہاد دانشوروں نے قائداعظم کی گیارہ ستمبر کی تقریر سے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ وہ ایک سیکولر ریاست قائم کرنا چاہتے تھے۔ کس قدر بے انصافی کی بات ہے کہ ان کی سینکڑوں تقاریر کو جن میں اسلامی ریاست کی بات کی گئی تھی‘ پس پشت ڈال کر ایک مشتبہ بیان پر پورے گمراہ کن موقف کی بنیاد کھڑی کی جا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر سیکولرازم ہی ہمارا آئیڈیل تھا‘ تو پھر علیحدہ وطن کی تحریک چلانے اور ہندوستان کے بٹوارہ کی کیا ضرورت تھی‘ پھر اسی کا حصہ بن کر رہتے۔ وہاں تو جمہوریت بھی ہے‘ ہم تو جمہوریت بھی نہیں لا سکے۔ انہوں نے تو جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر دیا‘ جو ظلم کی بنیاد ہے۔ ہم وہ بھی نہیں کر سکے۔

ہم نے نظریۂ پاکستان سے عملاً انحراف تو کیا ہی تھا‘ پستی کی انتہا یہ ہے کہ اب نظری طور پر بھی اُسے ختم کرنے کی مذموم کوششیں ہو رہی ہیں۔ اسے نصابِ تعلیم سے کھرچ دیا جا رہا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ نظریۂ پاکستان کی زد ہندوؤں پر پڑتی ہے۔ یہ کہنا کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں‘ رواداری کے خلاف ہے۔ اسی طرح نام نہاد ’’روشن خیالی‘‘ کے نام پر اسلام کا جو تصور مغرب دے رہا ہے‘ اس کے خلاف مواد کو نکالا جا رہا ہے۔ نصاب میں دین اور دینی اقدار کا ’’سافٹ‘‘ امیج پیدا کیا جا رہا ہے۔ جو دین ہمیں نبی اکرم ﷺ نے دیا تھا‘ گویا اسے ہم مسترد کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہمیں وہ ’دین‘ گوارا ہے جو یورپ سے آ رہا ہے۔ اگرچہ پاکستان کا تعلیمی نصاب پہلے ہی قومی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ ملک میں کئی قسم کے نصاب رائج ہیں۔ ہماری ایلیٹ کلاس کو جو نصاب پڑھایا جاتا ہے‘ اس کا نظریۂ پاکستان سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ وہ تو مغرب سے درآمدہ ہے۔ اِس طرح وہ کلاس جو روزِ اوّل سے پاکستان پر حکومت کرتی چلی آ رہی ہے‘ وہ تو پہلے سے ہی نظریۂ پاکستان اور دین و مذہب سے بھی کاٹ دی گئی تھی۔ اب سرکاری سکولوں کے نصاب میں جو تھوڑا بہت نظریاتی پہلو تھا‘ اُسے بھی کھرچ دیا گیا۔ حالانکہ نصاب سے نظریۂ پاکستان کو خارج کرنے کا مطلب یہ ہے کہ گویا ہم اپنی پھانسی کے حکم نامے پر دستخط کر رہے ہیں اور پاکستان کی بنیادوں سے دستبردار ہو رہے ہیں۔

نصابی تبدیلیوں کے علاوہ پورے معاشرہ سے ’’روشن خیالی‘‘ کے گمراہ کن نعرہ کے تحت دینی اقدار مٹائی جا رہی ہیں اور خاص طور پر سنتِ رسول ﷺ اور اسوۂ رسولؐ کے تصورات کو بالکل ہی خارج کیا جا رہا ہے۔ یہ خیال عام کیا جا رہا ہے کہ اسلام تو بس ’’روشن خیالی‘‘ اور رواداری کا نام ہے۔ اور قرآن مجید کی آیات کی غلط تاویلات کی جا رہی ہیں ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

اِس گمراہی کے پس پردہ خطرناک سازش کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ (معاذ اللہ) دین مصطفی ﷺ ہمیں قبول نہیں‘ حالانکہ اللہ کے نزدیک دین وہی معتبر ہے جس کی تعبیر کا حق صرف حضور ﷺ کو ہے۔ رسول ﷺ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔ فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ (النساء:80)

''جو رسول کی اطاعت کرے اس نے گویا اللہ کی اطاعت کی''۔

برصغیر پاک و ہند میں ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔ اکبر کے دینِ الٰہی کی کوشش بھی اس دور کی ''روشن خیالی'' تھی۔ اس کا عنوان بھی رواداری تھا۔ دینِ الٰہی کے پس پردہ یہی سوچ کارفرما تھی کہ مذاہب کی تفریق ختم کر کے سب کو ایک کر دیا جائے۔ آخر ہندو بھی بھگوان کو مانتے ہیں' عیسائی بھی اللہ کو مانتے ہیں' کوئی یہودی ہے تو وہ بھی اللہ کو مانتا ہے۔ بدھ مت میں بھی کوئی تصورِ خدا ہے۔ کیوں نہ ایسا ہو کہ تمام مذاہب کی چیدہ چیدہ تعلیمات لے کر دین کا معجون تیار کیا جائے' جو سب مذاہب کے لئے قابل قبول ہو۔

پس یہ واضح ہے کہ ماڈریشن کے حوالے سے جو نیا تصورِ اسلام مسلط کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں' یہ اسلام' وہ دین خالص نہیں جس کو رسول ﷺ خدا سے لے کر تشریف لائے' بلکہ یہ اصل میں ''دینِ امریکہ'' ہے۔ اور اس کو پروموٹ کرنے کا شرف آج مغل بادشاہ اکبر کی بجائے فوجی ''بادشاہ'' پرویز مشرف کو حاصل ہے۔ پھر جیسے اکبر کو اپنے باطل افکار کی تائید اور ترویج کے لیے ابوالفضل اور فیضی جیسے بڑے بڑے مفاد پرست' دانشور اور نام نہاد علماء و فضلاء مل گئے تھے' اسی طرح ہمارے صدر صاحب کے افکار کو بھی بہت سے متجددانہ سوچ رکھنے والے عقل گزیدہ دانشور اور سکالرز سندِ جواز ''عطا'' کر رہے ہیں۔

ہمارے ملک کے ممتاز دانشور فاروق حسن کچھ عرصہ پہلے ہندوستان کے دورے پر گئے۔ واپسی پر انہوں نے اپنے ایک مضمون میں جو بات لکھی' وہ آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندو وکلاء برادری سے ملاقات کے دوران ہندوؤں نے مجھ سے سوال کیا کہ پاکستان بنا کر آپ نے کیا حاصل کیا' وہ کون سی چیز ہے جو آپ اسلام اور مذہب کے حوالے سے پاکستان میں لے آئے اور انڈیا میں موجود نہیں ہے۔ مذہبی آزادی جو پاکستان میں ہے وہ یہاں بھی ہے۔ کیا یہاں (انڈیا میں) مسجدیں نہیں ہیں' اذانیں نہیں ہوتیں' لوگ نماز نہیں پڑھتے' روزے نہیں رکھتے' زکوٰۃ نہیں دیتے۔ بتایئے' پاکستان اور انڈیا میں کون سا فرق ہوا۔ فاروق حسن صاحب کہتے ہیں کہ میں بالکل لاجواب ہو گیا۔ اس واقعہ میں ہمارے لیے غور و فکر کا بہت سا سامان ہے۔ ہمارے ان لوگوں کو شرم آنی چاہیے جو یہ کہتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر نہیں بنا تھا۔ یہ آزادی کی ناقدری اور کفرانِ نعمت کی انتہا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم نظریۂ پاکستان کو مضبوط کرتے ہم نے اس کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے۔ افسوس کہ ہمیں ''اوپر'' سے جو حکم ملا ہے' اُس کی بجا آوری کے لیے ہم نظریۂ پاکستان کو اپنی ہی چھری سے ذبح کر رہے اور پاکستان کی بنیاد ہی کو کھوکھلا کر رہے ہیں

شیاطینِ ملوکیت کی آنکھوں میں ہے وہ جادو
کہ خود نخچیر کے دل میں ہو پیدا ذوقِ نخچیری

ہماری سیاہ کاریوں اور کفرانِ نعمت کے سبب 1971ء میں خدا کے عذاب کا ایک کوڑا ہم پر برسا۔ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ہمارا مشرقی بازو ہم سے جدا ہو کر بنگلہ دیش بن گیا' اور پاکستانی قوم اور فوج کو بدترین ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ سقوطِ ڈھاکہ خواب سے بیدار ہونے کا موقع تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم واپس نظریۂ پاکستان کی طرف پلٹتے اور اللہ اور اس کے دین کی طرف رجوع کرتے' خود احتسابی کی نظر سے اپنا جائزہ لیتے' اصلاحِ عمل کے لیے کمربستہ ہو جاتے۔ لیکن ہم خوابِ غفلت سے بیدار ہوئے نہ ہی اپنی روش تبدیل کی۔ سقوطِ ڈھاکہ کے عظیم سانحہ اور خدائی جھٹکے کو بھی بھلا بیٹھے' بلکہ ہم نے یہ قرار دیا کہ اس طرح کے انقلابات قوموں کی زندگی میں آتے رہتے ہیں۔

ہماری اِس روش پر اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت کے مطابق ہمیں پھر مہلت دی۔ جنگ و جدل کا دور ختم ہو گیا۔ حالات موافق ہو گئے۔ ہمیں ترقی عطا فرمائی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمیں ایٹمی صلاحیت سے بھی نواز دیا' جو بلاشبہ اللہ کی نصرت و تائید خصوصی کا ایک بہت بڑا مظہر تھا۔ ورنہ پاکستان کا تو شمار دنیا کے پسماندہ ترین ممالک میں ہوتا ہے' جہاں علم و تحقیق اور ریسرچ کے معیار کا یہ حال ہے کہ دنیا کے کئی ممالک میں اُسے "Accept" ہی نہیں کیا جاتا۔ گویا علمی ترقی اور سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے حوالے سے ہم اس قابل نہیں تھے کہ ہمیں ایٹمی ٹیکنالوجی ملتی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود ہمیں ایٹمی صلاحیت مرحمت فرمائی تو یہ اس کا خصوصی فضل تھا۔ لیکن ہم نے اس کی بھی کوئی قدر نہیں کی۔

اپنے اصل مقاصد اور اہداف سے پسپائی میں اب تو اور بھی تیزی آ گئی ہے۔ اسلام اور دینی اقدار سے قوم کو دور کیا جا رہا ہے۔ یہود' نصاریٰ اور ہنود یا اسرائیل' امریکہ اور بھارت تینوں کی شیطانی تثلیث' جو پاکستان کے وجود کو مٹانے کے درپے ہے' کے دباؤ کے نتیجے میں ہم حقیقی اسلام سے منہ موڑ کر روشن خیال اعتدال پسندی کے راگ الاپنے لگے ہیں۔ ہم دشمنانِ دین کو باور کرا رہے ہیں کہ اسلام کی جو تعبیر تمہیں پسند ہے' اسے اختیار کریں گے' قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ پر مبنی اسلام کی بجائے تمہارے افکار و نظریات کی کوکھ سے جنم لینے والی ''روشن خیالی'' کو اسلام کا لبادہ پہنائیں گے۔ کہا جا رہا ہے کہ ہم اسلام کا سافٹ امیج پیش کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اسلام میں اس کی گنجائش کہاں ہے۔ اگر سافٹ امیج اور روشن خیالی اسی کا نام ہے کہ اسلام کے اصولوں سے انحراف کر کے اغیار کے ''Certified Islam'' کو اپنا لیا جائے تو اُسے دجل و فریب اور ابلیسیت کے سوا اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں

باطل دوئی پسند ہے حق لا شریک ہے
شرکت میانہ حق و باطل نہ کر قبول

تھوڑا عرصہ پہلے آنے والے زلزلہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں غور و فکر اور خود احتسابی کا ایک اور موقع دیا ہے۔ یہ سوال بہت اہم ہے کہ اتنا ہولناک زلزلہ کیوں آیا؟ اگر اب بھی ہم اپنا محاسبہ کر لیں' اسلام کی طرف مراجعت کریں' نظریۂ پاکستان کی جانب پیش قدمی کریں تو پاکستان کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے حکمران طبقہ اپنی سوچ کی اصلاح کرے۔ اپنی سابقہ کوتاہیوں پر نادم ہو کر حصولِ پاکستان کے اصل مقاصد کی جانب پیش قدمی کرے۔ اس کے بعد قوم کو بیدار کیا جائے' انہیں آمادہ کیا جائے کہ وہ سوچیں یہ زلزلہ کیوں آیا ہے؟ وہ اپنے گناہوں سے معافی مانگیں' اللہ کی اطاعت کا عہد کریں۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ بہت بڑا ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہو سکتا ہے۔

یہ تو تھی داخلی صورتحال' اب آیئے' ایک نظر خارجہ پالیسی پر ڈالیں۔ اس وقت حالات کے تیور یہ بتا رہے ہیں کہ ابلیسی قوتیں ایک شیطانی مثلث کی شکل میں پاکستان کے گرد گھیرا تنگ کر رہی ہیں۔ ان کا سرخیل تو امریکہ ہے' لیکن اُس کی ڈور ہلانے والی اصل قوت اور ماسٹر مائنڈ اسرائیل (یہود) ہے۔ کسی زمانے میں یہ بات ایک انکشاف ہوا کرتی تھی' اب یہ راز نہیں بلکہ کھلی حقیقت ہے' جسے ہر شخص جانتا ہے۔ اور تیسری قوت ہنود ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تینوں قوتیں مل کر پاکستان اور اسلام کو مٹانے کے درپے ہیں۔ بحالاتِ موجودہ کوئی احمق ہی ہوگا جو یہ سمجھتا ہو کہ امریکہ کی نظرِ ''بد'' ہمارے ایٹمی پروگرام پر نہیں ہے اور وہ اس کو ختم نہیں کرنا چاہتا ہے۔ باخبر حلقے جانتے ہیں کہ امریکہ کا اصل ٹارگٹ پاکستان ہے۔ کیا امریکی ناظم الامور

رابرٹ او بلیک کے بیان کے بعد بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلیں گی؟ انہوں نے دوٹوک لفظوں میں کہا ہے کہ ہم بھارت کے ساتھ مل کر کسی تیسرے ملک کے خلاف مشترکہ فوجی آپریشن کر سکتے ہیں۔ یہ تیسرا ملک کون سا ہے‘ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سے پہلے کنڈولیزا رائس کا یہ چشم کشا بیان سامنے آیا تھا‘ جب وہ پاکستان اور بھارت کا دورہ کر کے امریکہ واپس گئی تھیں۔ انہوں نے کہا تھا ’’پاکستان کے مستقبل کا فیصلہ امریکہ اور بھارت مل کر کریں گے‘‘۔ یہ ہے ہماری آزادی!

ایک طرف دشمنوں کے پے در پے گھناؤنے بیانات اور سازشیں ہیں اور دوسری جانب ہماری حالت یہ ہے کہ ہم ان قوتوں کی چاپلوسی کرنے اور ان کی رضا جوئی حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ ان کی خوشنودی کے لئے اپنی آزادی‘ خودمختاری اور اسلامی تشخص کو بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لئے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے ہیں۔ گویا ہمارا حال یہ ہے کہ ؎

میرا یہ حال بوٹ کی ٹو چاٹتا ہوں میں
ان کا یہ حکم دیکھ میرے فرش پر نہ رینگ

یہ صورتِ حال پوری قوم‘ بالخصوص‘ کالج و یونیورسٹیوں میں پڑھے ہوئے لوگوں اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے وابستہ اُن افراد کے لیے لمحہ فکریہ ہے، جو بڑے جوش وخروش کے ساتھ یوم آزادی مناتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فی الواقع پاکستان آزاد ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ہم نے ساٹھ برسوں کے سفر میں اپنی حقیقی آزادی کو مستحکم نہیں کیا‘ گنوایا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ یہ کیسی آزادی ہے کہ ہم نہ سیاسی طور پر آزاد ہیں اور نہ دینی اور مذہبی طور پر۔ ہم نے غلط فہمیوں کی جو پٹیاں اپنی آنکھوں پر باندھی ہوئی ہیں اب انہیں اتارنے کا وقت آ چکا ہے۔ اقبال نے ایک موقع پر مُلاّ کے محدود تصورِ دین پر جو پھبتی کسی تھی‘ وہ آج ان لوگوں پر صادق آتی ہے ؎

مُلاّ کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

اِن حالات میں ہم اپنے آپ کو آزاد کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ مذہب اور دین کے معاملے میں بھی ہم پر امریکہ کی مرضی ٹھونسی جا رہی ہے اور ہمارے سیاسی نظام کی پشت پر بھی امریکہ سوار ہے۔ دراصل یہ اہلِ پاکستان کو اللہ کی طرف سے سزا ہے کہ ہمیں حقیقی آزادی سے محروم کیا جا چکا ہے۔ ہمارے پاس کوئی مینڈیٹ اور اختیار نہیں ہے۔ ہمارا کوئی بھی فیصلہ جو امریکہ چاہتا ہے ’’اوپر‘‘ ہی ہو جاتا ہے۔ ہم آزاد شہریوں کو کوئی حق حاصل نہیں کہ حکومت سے پوچھ سکیں کہ قوم کے ساتھ جو واردات ہو رہی ہے، کیوں ہو رہی ہے۔ ہماری اسمبلی کو بھی اختیار نہیں کہ وہ ’’اوپری‘‘ فیصلوں پر بحث کرے۔ دراصل ہم نے اپنے مالک سے بغاوت کر رکھی ہے۔ ہم نے کبھی اللہ پر اعتماد نہیں کیا بلکہ ہمیشہ شیطانی قوتوں پر بھروسا کیا۔ اپنی ساٹھ سالہ تاریخ میں امریکہ کے گھڑے کی مچھلی بن کر اس کی خوشنودی کے لیے سب کچھ کرنے کے لیے تیار رہے‘ لیکن اللہ کی خوشنودی کے لیے ہم ایک قدم اٹھانے کے لیے آمادہ نہ ہوئے ؎

بتوں سے تجھ کو اُمیدیں‘ خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

اگر ان حالات میں جبکہ ہمارے خلاف سازشوں کے جال بُنے جا رہے ہیں ہم امریکہ سے کسی قسم کا تعاون کرتے ہیں‘ یا اس سے خیر کی توقع رکھتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری پوری قوم میں ہمت‘ مردانگی اور غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ گویا وہ جو چاہیں، ہم سے مطالبہ کریں‘ ہم اُسے پورا کرنے کے لئے آمادہ اور تیار ہیں۔ یہ ذہنی اور فکری پستی آزاد قوموں کا شعار نہیں ہے‘ خاص طور پر مسلمانوں اور مومنوں کو یہ روش زیب نہیں دیتی۔

نائن الیون کے بعد ہم نے جو طرزِ عمل اختیار کیا‘ افغان پالیسی کے حوالے سے یوٹرن لیا‘ وہ بھی اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔ آیئے، اس کا قرآن وسنت اور سیرت کے حوالے سے جائزہ لیتے ہیں۔ آخر ہم مسلمان ہیں۔ مشرف صاحب بھی اس پر بہت فخر کرتے ہیں‘ کہ میں مسلمان ہوں اور سیدزادہ ہوں‘ تو مسلمان کے لیے اصل رہنمائی قرآن وسنت اور سیرت رسولؐ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امریکہ افغان جنگ میں امریکہ کا ساتھ دیئے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ حالات ہی ایسے تھے کہ ہم مجبور تھے۔ کیونکہ امریکہ کا ٹارگٹ افغانستان کے ساتھ ساتھ پاکستان بھی تھا۔ امریکہ بہت بڑا اتحاد بنا کر آیا تھا۔ اس وقت ہمیں دھمکی دی گئی تھی کہ ہمارا ساتھ دو‘ ورنہ پتھر کے زمانہ میں دھکیل دیں گے۔ چنانچہ مشرف نے جو کیا ٹھیک کیا‘ ورنہ افغانستان کے ساتھ ساتھ ہمارا ملک بھی تورا بورا بن جاتا۔ کیونکہ ہمارے اندر اتنی سکت نہیں تھی کہ دنیا کی سپر پاور کا اپنے محدود وسائل اور جنگی اسلحہ کے ساتھ مقابلہ کرتے۔ اس رائے کے حاملین یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ اسلام کے عسکری اصول یہ اجازت نہیں دیتے کہ طاقت کا اس قدر عدم توازن ہو‘ پھر بھی آپ دُشمن کے مقابلے پر کھڑے ہو جائیں۔

بعض نام نہاد سکالرز امریکہ سے تعاون کے لیے صلح حدیبیہ کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس صلح سے پتہ چلتا ہے کہ مصلحت کے تحت کبھی دب کر بھی صلح کر لینی چاہیے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس بارے میں صلح حدیبیہ کا حوالہ دینا تو صریحاً غلط ہے کیونکہ صلح حدیبیہ جب ہو رہی تھی تب مسلمان دبے ہوئے نہیں تھے‘ بلکہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اگر آپ سیرت کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ صلح کا پیغام لے کر تو کفار آئے تھے۔ چودہ سو مسلمان جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے تھے‘ انہوں نے احرام باندھا ہوا تھا اور ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار تھی‘ اگرچہ نیاموں کے اندر تھی۔ انہوں نے نبیؐ کے ہاتھ پر بیعت (رضوان) کی۔ انہوں نے عہد کیا کہ ہم یہاں سے تب تک نہیں ہلیں گے جب تک کہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ نہ لے لیں‘ چاہے ہم سب ہلاک ہو جائیں۔ اسی لیے اس بیعت کو بیعت علی الموت بھی کہا جاتا ہے۔ جب کفار کو اس کا علم ہوا تو انہیں اپنی موت نظر آنے لگی۔ اور وہ صلح کا پیغام لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اگرچہ صلح کی بعض شقیں ایسی تھیں کہ جو بظاہر ان کی Favour میں تھیں مگر نبی کریم ﷺ نے اپنی فراست کی بنیاد پر انہیں تسلیم کر لیا‘ جس سے مسلمانوں میں ایک خلجان بھی پیدا ہوا اور ایک بے چینی بھی مگر یہ بات طے شدہ ہے اور قرآن حکیم کی سورۃ الفتح سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ صلح دب کر نہیں ہوئی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے برعکس یہاں صورتِ حال کیا تھی؟ ہم تو مغلوب ہیں‘ ہم صلح کیا کر رہے‘ ہم تو امریکہ کا ہر مطالبہ ماننے کے لئے تیار ہو گئے۔ بھلا یہ کون سی صلح ہے؟ ہمارے مغلوبانہ پالیسیوں کی صلح حدیبیہ سے کیا نسبت؟

جہاں تک طاقت کے عدم توازن کی صورت میں مقابلہ نہ کرنے والی بات کا تعلق ہے تو یقیناً یہ بات درست ہے‘ لیکن طاقت کے توازن کو تب دیکھا جائے گا‘ جب مسلمانوں نے خود کسی دشمن ملک پر حملہ کرنا ہو یا کفار کے اوپر چڑھائی کرنی ہو۔ لیکن یہاں صورت یہ نہیں تھی۔ آپ کسی ملک پر حملہ نہیں کر رہے تھے بلکہ ایک طاقت آپ کو دھمکیاں دے رہی تھی‘ آپ نے تو کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں

کی‘ خطرہ تو ان کی طرف سے تھا۔ سیرت میں اس صورت حال کی مطابقت غزوۂ احزاب سے ہے۔ اِس غزوہ میں عرب کی تمام طاقتیں مجتمع ہوگئیں اور انہوں نے مدینہ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ دنیاوی حساب کتاب کے اعتبار سے مسلمانوں کا خاتمہ اور تباہی یقینی تھی۔ جیسے ہمارے ہاں طاقت کا کوئی توازن نہیں تھا‘ وہاں بھی یہی صورتحال تھی۔ اس وقت مدینہ میں جو لوگ لڑنے کے قابل تھے‘ ان کی تعداد بمشکل تین ہزار تھی۔ ان میں بھی خاصی تعداد منافقین کی تھی‘ جن کے بارے میں اندیشہ تھا کہ عین وقت پر آستین کے سانپ ثابت ہوں گے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کی تعداد بارہ ہزار سے چوبیس ہزار تک تھی۔ کثرت تعداد کے علاوہ‘ ان کا اسلحہ‘ ان کی جنگی تیاریاں اور جنگی وسائل بھی مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے۔

اس انتہائی مشکل صورتحال میں منافقین اور مومنین کا جو کردار اور طرزِ عمل سامنے آیا‘ قرآن حکیم نے اُس کو واضح کیا ہے۔ اِس حالت میں منافقین کا نفاق ظاہر ہوگیا۔ اُن کی کیفیت یہ تھی جیسے موت کے وقت مرنے والے کی آنکھوں میں دہشت اور خوف ہوتا ہے۔ اُن کی زبان پر وہ الفاظ آ گئے‘ جو قرآن نے نقل کیے ہیں۔

﴿وَاِذۡ یَقُوۡلُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗۤ اِلَّا غُرُوۡرًا ۝﴾

(الاحزاب:12)

’’اور (وہ وقت یاد کرو) جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے کہ جو وعدہ کیا تھا ہم سے اللہ اور اُس کے رسول ﷺ نے ’سب فریب تھا‘‘‘۔

منافقین کہنے لگے کہ ہم سے وعدے کئے گئے تھے کہ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں تمہارے قدموں میں ہوں گی‘ اور اس وقت کیفیت یہ ہے کہ ہم رفع حاجت کے لیے باہر نہیں نکل سکتے۔

اِس کے برعکس مومنین صادقین نے عظمت کردار کا مظاہرہ کیا۔ سچے اہل ایمان جانتے تھے کہ اللہ نے مسلمانوں کو پیشگی انتباہ کر دیا تھا کہ اس راہ میں آزمائشیں اور امتحانات آئیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا:

﴿وَلَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا ہٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ ۫ وَمَا زَادَہُمۡ اِلَّاۤ اِیۡمَانًا وَّتَسۡلِیۡمًا ۝﴾ (الاحزاب:22)

’’اور جب مومنین نے لشکر دیکھے‘ بولے یہ وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔ اور بالکل سچ کہا تھا اللہ اور اُس کے رسول نے اور اُن کے ایمان اور اطاعت میں اور اضافہ ہوگیا‘‘۔

اس غزوے کے مشکل حالات سخت آزمائش تھے۔ اس آزمائش سے واضح ہوگیا کہ کون سچا مومن ہے جو اللہ پر توکل کرنے والا اور آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کرنے والا ہے‘ اور کون ہے جو محض ایمان کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان کے لاکھ دعوے کرے‘ لیکن اس کا توکل اللہ پر نہ ہو‘ بلکہ تمام تر بھروسا محض ظاہری اسباب پر ہو تو وہ حقیقی ایمان سے محروم ہے‘ خواہ وہ کتنا بڑا مسلمان بنا پھرتا ہو۔ چنانچہ قرآن مجید کا یہی وہ مقام ہے جہاں رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ کو اُسوۂ حسنہ کے طور پر اجاگر فرمایا گیا کہ سچے اہلِ ایمان کے لیے رول ماڈل نبی اکرم ﷺ کی شخصیت اور آپ ﷺ کا طرزِ عمل ہے۔ غزوۂ احزاب میں دشمن کے بے پناہ دباؤ کے باوجود آپؐ نے اپنے مؤقف سے ایک انچ پیچھے ہٹنا گوارا نہیں کیا بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے پوری پامردی کے ساتھ دشمن کی افواج کے سامنے ڈٹ جانے کا سبق امت کو سکھایا۔

غزوۂ احزاب کے آئینے میں ہم اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ ہم نے کون سی روش اختیار کی‘ منافقین کی یا مومنین صادق کی۔ ذرا سوچیے، امریکی دھمکیوں کے بعد ہمیں بھی اپنی موت نظر آ رہی تھی‘ تباہی یقینی دکھائی دیتی تھی‘ تورا بورا ہونے کا خطرہ تھا۔ ہم نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا‘ کہ دشمن نے جو بھی مطالبہ کیا‘ ہم نے اُسے مان لیا‘ ہم نے کہا سر آنکھوں پر۔ جنرل ٹومی فرینکس نے اپنی کتاب میں اس بات کا اعتراف ہی نہیں کیا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم پر الزام دیا ہے کہ جنرل مشرف کے سامنے امریکہ نے جتنے مطالبے رکھے‘ خیال تھا کہ ان میں سے کچھ تو مان جائیں گے اور کچھ تسلیم نہیں کریں گے لیکن انہوں نے سب کے سب مطالبے مان لئے۔

صدر محترم نے امریکی مطالبات کو ماننے میں دیر نہیں لگائی۔ طالبان کے خلاف یوٹرن لینا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ طالبان حکومت کوئی عام حکومت نہیں تھی۔ وہ ایسی نظریاتی حکومت تھی جو ایک ارب مسلمان اس وقت کرۂ ارض پر بستے ہیں‘ ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے چلی تھی۔ شریعت کا نفاذ اس کا مشن تھا‘ تاکہ زمین پر اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی شریعت کی بالادستی ہو۔ وہ واحد حکومت تھی جس کا رخ اللہ کی طرف تھا۔ ہم نے اس کے خاتمے‘ اور اسلام کے عظیم مجاہدین کو ذبح کرنے میں امریکہ کا ساتھ دیا‘ اور ڈھٹائی کی انتہا یہ ہے کہ اس پر فخر کا اظہار بھی کرتے ہیں‘ حالانکہ اسلامی حکومت کے خلاف امریکہ کی حمایت اللہ کے غضب کو بھڑکانے والی جسارت تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص کسی فاسق کو تقویت دینے کے لئے اس کے ساتھ چلتا ہے‘ اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے‘ اور اس کا عرش کپکپا اٹھتا ہے۔‘‘ اِس یوٹرن کے بعد نظریۂ پاکستان سے ہی منحرف ہو گئے۔ بعد ازاں جہاد کشمیر کے موقف سے پسپائی اختیار کی۔ وہ جہاد جس کو شروع شروع میں جنرل پرویز مشرف نے بہت سپورٹ کیا تھا‘ اور قابل تحسین مؤقف اپنایا تھا کہ یہ جہادِ آزادی ہے۔ حریت پسند اپنے حقوق کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ لیکن جب امریکہ بہادر کی طرف سے کہا گیا کہ یہ دہشت گردی ہے، تو ہم نے بھی کہہ دیا اٰمَنَّا وَصَدَّقۡنَا‘ اور جہادی تنظیموں پر پابندی لگادی۔

اور اب امریکی ہدایت پر مدارس کے خلاف یلغار کی جا رہی ہے۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں ہزاروں طلبہ وطالبات کے خلاف بہیمانہ کارروائی اس کا بدترین مظہر ہے، جس میں نفاذ اسلام اور بے حیائی اور عریانی کے خاتمے اور گرائی گئی مساجد کی دوبارہ تعمیر کے جائز مطالبات کو طاقت سے دبا دیا اور ریاستی طاقت استعمال کر کے معصوم طلبہ و طالبات کو موت کی نیند سلا دیا گیا۔

ان رسوا کن اقدامات کے باوجود امریکہ کی جانب سے "Do more" کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔ قبائلی علاقوں میں آپریشن کے ’احکام‘ دیئے جا رہے ہیں، اور ساتھ ساتھ خود کارروائی کرنے کی دھمکی بھی دی جا رہی ہے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے آپ کو امریکی چنگل سے باہر نکالیں۔ خارجی طور پر صاف کہہ دیا جائے کہ ہمارے نزدیک اللہ اور رسول کا حکم مقدم ہے۔ ہم مزید دباؤ برداشت نہیں کریں گے۔ ورنہ اگر ہم نے ماضی کی طرح تورا بورا بننے کے اندیشہ سے ’’بڑی طاقت‘‘ کی اطاعت گزاری اور اللہ کی بغاوت کا شیوہ اپنائے رکھا‘ تو یاد رکھیے‘ بادشاہ حقیقی کے پاس کسی خطۂ زمین کو تورا بورا بنانے کے بے شمار طریقے ہیں۔ وہ آن واحد میں پورے ملک کو تورا بورا بنا سکتا ہے۔

نہ جا اُس کے تحمل پہ کہ بے ڈھب ہے گرفت اُس کی
ڈر اُس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اُس کا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر خود احتسابی اور توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امیر تنظیم اسلامی کے رفقائے تنظیم اور عوام الناس کی جانب سے موصول ہونے والے سوالات کے جوابات (6)

میزبان: آصف حمید

سوال: تنظیم اسلامی کے نزدیک اگر مسلمان حکمران دین اسلام سے بغاوت پر بضد ہو تو پھر بھی اس کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی جاسکتی ۔کیا تنظیم اسلامی یہ نہیں سمجھتی کہ ہمیں ایسے لوگوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے نکلنا ہو گا کیونکہ انہی لوگوں کی وجہ سے ہم پاکستان میں اصل نظام سے مستفید نہیں ہو سکے؟

امیر تنظیم اسلامی: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنی گفتگو میں اس نکتہ کو واضح فرمایا کرتے تھے کہ ایک مسلمان حکمران کا فاسق وفاجر ہونا یعنی اس کے ذاتی کردار میں بگاڑ کا ہونا ایک شے ہے ،لیکن اگر وہ شریعت کی خلاف ورزی کا تقاضا کر رہا ہو، کفر بواح کا حکم دے رہا ہو تو یہ دوسری شے ہے۔ مسلم معاشرے کا ایسا حکمران جس میں یہ دونوں چیزیں موجود ہوں تو اس مسئلہ کو فقہاء مسئلہ خروج کے تحت بیان کرتے ہیں اور اس کے تحت بڑی کڑی شرائط بیان کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ خروج کے لیے کھڑے ہوں ان کی تعداد اور تیاری اس قدر ہونی چاہیے کہ وہ وقت کے فاسق و فاجر حکمرانوں کو شکست دے سکیں اور غالب آ کر نظام کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس کی اصلاح کر سکیں۔ لیکن اگر موجودہ پاکستان کی بات کریں تو یہاں حکمران فسق و فجور میں بھی مبتلا ہیں، ان کی پالیسیز اور اقدامات بھی کئی مرتبہ شریعت کے خلاف ہوتے ہیں لیکن کیا ان کے خلاف ہم ہتھیار اٹھا سکتے ہیں؟ اگر فقہاء کی شرائط کے مطابق خروج کرتے ہیں تو غالب گمان یہی ہے کہ فساد کا معاملہ زیادہ ہو جائے۔ چنانچہ تنظیم اسلامی کی سوچی سمجھی رائے ہے اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کے ذیل میں بکثرت اس کو بیان کیا ہے کہ چونکہ اس وقت حکمرانوں کے پاس وسائل اور سٹینڈنگ آرمیز موجود ہیں، اسلحہ موجود ہے اور عوام کم و بیش نہتے ہیں، یعنی فی زمانہ عوام اور حکمرانوں کے درمیان اس قدر عدم توازن کا معاملہ آ گیا ہے کہ خروج، مسلح بغاوت یا تلوار اٹھانے کا معاملہ موزوں نہیں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر کیا کیا جائے؟ اس موضوع پر بانی تنظیم اسلامی کے منہج انقلاب نبویؐ کی روشنی میں تفصیلی خطبات موجود ہیں اور کتاب بھی موجود ہے۔ اس کا خلاصہ ’’رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب‘‘ بھی موجود ہے۔ ان کا مطالعہ کرنا یا سننا مفید رہے گا۔ اس حوالے سے تنظیم اسلامی کا موقف ہے کہ ایک منظم جماعت ہونی چاہیے جو سمع وطاعت کے اصولوں پر کاربند ہو، اس کے افراد تربیت یافتہ ہوں اور وہ شریعت کے نفاذ کا مطالبہ لے کر کھڑے ہوں، وہ جان دینے کی بات تو کریں لیکن جان لینے کی بات نہ کریں ۔ کیونکہ مقابلے میں حکمران بھی کلمہ گو ہیں اور ان کی افواج بھی مسلمانوں پر مشتمل ہیں اور کلمہ گو کی گردن اڑانا کوئی آسان معاملہ نہیں ہے۔ وہ پُرامن ، منظم اور غیر مسلح تحریک کے ذریعے نفاذ شریعت کا مطالبہ پیش کریں۔ لیکن نظام بدلنے سے پہلے ہر مسلمان کو اپنے وجود پر اسلام کو نافذ کرنا لازمی ہے کیونکہ اگر ہم اپنے چھ فٹ کے وجود پر گواہی نہ دے پائیں تو پھر کس منہ سے 22 کروڑ کے وجود پر گواہی دینے کی بات کر رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھیں تو مکہ کے تیرہ برس میں خانہ کعبہ میں 360 بت موجود ہیں لیکن آپ ﷺ پھر بھی بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ سیرت کی اس فلاسفی کو سمجھنے کی ضرورت ہے ۔ جب حضرت امیر حمزہؓ اور سیدنا عمرؓ ایمان لائے تھے تو کیا دس بتوں کو توڑ نہیں سکتے تھے؟ لیکن انہوں نے نہیں توڑا بلکہ مکی زندگی میں کفوا ایدیکم کے حکم پر عمل ہوا کیونکہ ابھی جماعت کو منظم اور مضبوط کرنا تھا ۔ پھر جب ہجرت ہوئی اور ایک منظم جماعت وجود میں آ گئی تو قتال کا مرحلہ بھی آ گیا لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں کفار کے خلاف ہوا ہے۔ یہاں سامنے بھی مسلمان کھڑا ہے اور اس کو کلمہ کی پروٹیکشن حاصل ہے۔ لیکن جب مکہ فتح ہوتا ہے تو پہلا کام رسول اللہ ﷺ یہ کرتے ہیں کہ 360 بت توڑتے ہیں۔ پھر کبھی بت وہاں پر نہیں آتے۔ سیرت نبویؐ کی فلاسفی کو سمجھ کر اپنی جدوجہد کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ورنہ جلدی اقدام کرنے کے نقصان بہت زیادہ ہیں، دشمن اس طرح کے معاملات سے پورا فائدہ اٹھائے گا اور مسلمانوں کا نقصان ہی ہوگا۔ اس وقت ہمارے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم رب کی رضا اور اُخروی کامیابی کو سامنے رکھتے ہوئے اقامت دین کی جدوجہد کرتے رہیں۔ دین کب غالب ہوتا ہے یہ اللہ کے علم میں ہے۔ ہم اس کام میں اخلاص کے ساتھ اپنا حصہ ڈالیں۔ کتنے انبیاء کے ہاتھوں دین قائم نہیں ہوا، کتنے صحابہ کرامؓ نے اپنی زندگیوں میں دین کے غلبے کو نہیں دیکھا مگر انہوں نے اپنا حصہ ڈالا لہٰذا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہوئے۔

سوال: تنظیم اسلامی میں کتنے افراد شامل ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے پوچھا جاتا تھا کہ اقدام کرنے کے لیے کتنے افراد ہونے چاہئیں تو وہ فرماتے تھے کہ کم سے کم دو لاکھ تو ہوں اور وہ بھی ایسے جو اپنی ذات پر دین کی گواہی پیش کریں اور پھر وہ جان دینے کے لیے میدان میں آ جائیں۔ لیکن بعد میں خود بانی تنظیم اسلامی اور سابق امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے بھی یہ فرمایا کہ دو لاکھ کوئی لکھی ہوئی فگر نہیں ہے، ہوسکتا ہے ہم لاکھ کی تعداد پر بھی سوچ لیں۔ بہر حال تنظیم اسلامی میں رجسٹرڈ رفقاء کی تعداد آٹھ ہزار کے آس پاس ہے۔ اسی طرح خواتین کا نظم ہے اور ان کی تعداد کم و بیش ڈیڑھ ہزار ہے۔ یہ وہ رفقاء ہیں جنہوں نے باقاعدہ بیعت کر کے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ البتہ یاد رہے کہ تعداد کی اہمیت اتنی نہیں ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ﴾ (البقرۃ:249) ’’کتنی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آ گئی اللہ کے حکم سے ۔‘‘

البتہ جو افراد آئے ہیں ہماری دعا ہے کہ ہم سب کو اللہ اخلاص پر قائم رکھے تاکہ ہم پہلے اپنی ذات پر دین کی گواہی دے سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت فاسقوں اور فاجروں کے لیے نہیں ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴾ (النحل:128) ''یقیناً اللہ اہل تقویٰ اور نیکو کاروں کے ساتھ ہے۔''

اللہ نے توفیق دی ہے کہ ہم جماعتی زندگی گزار رہے ہیں اور بقیہ لوگوں کے بارے میں بھی ہمارا دل وسیع ہے۔ اگر ہمارا کوئی بھائی دوسری دینی جماعت میں اخلاص کے ساتھ کام کر رہا ہے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے اور ایسا شخص دنیا کے کسی کونے میں ہو وہ ہمارا بھائی ہے۔ بانی تنظیم اسلامی پہلے جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوئے تھے تو ان کے ساتھ کافی تعداد جماعت سے الگ ہوئی تھی لیکن وہ سارے ہماری تنظیم میں شامل نہیں ہوئے لیکن اگر ان میں سے کوئی شخص کسی دینی جماعت میں شامل ہوتا تھا تو بانی تنظیم اسلامی اسے فون کر کے مبارک باد دیتے تھے کہ تم اکیلے زندگی نہیں گزار رہے بلکہ جماعتی زندگی میں آگئے ہو۔ ہمارا دل دینی جماعتوں کے لیے وسیع ہونا چاہیے۔ یقیناً علمی اختلاف رہے گا، طریقہ کار کا اختلاف رہے گا مگر یہ تعصب نہ آجائے کہ صرف ہم ہی یہ کام کر رہے ہیں باقی کوئی نہیں کر رہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس اندھے تعصب سے محفوظ رکھے۔ آمین!

سوال: اگر ایک تنظیم کا رفیق کسی بھی وجہ سے تنظیم چھوڑ دے تو اس کے ساتھ ہمارے رفقاء کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟

امیر تنظیم اسلامی: اگر کوئی آدمی تنظیم اسلامی کی فکر یا طریقہ کار سے یا امیر تنظیم سے اختلاف کی وجہ سے تنظیم چھوڑ کر چلا گیا تو وہ اسلام سے خارج نہیں ہو گیا کیونکہ تنظیم اسلامی الجماعۃ نہیں ہے۔ ایسے شخص کے مسلمانوں والے حقوق برقرار رہیں گے۔ پھر ہم اپنے لیے بھی اور ان کے لیے بھی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔ اختلاف ہونا ایک الگ شے ہے لیکن اس اختلاف کی وجہ سے تعصب پر اتر نا بالکل غلط بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سختی سے تعصب سے منع فرمایا ہے۔ نفرت، تعصب، کردار کشی وغیرہ یہ وہ چیزیں ہیں جو کسی کی آبرو سے کھیلنے کے مترادف ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کے الفاظ ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنے چاہئیں کہ تمہاری جان، مال، آبرو تم پر اسی طرح حرام ہے جیسے عرفہ کا دن، ذوالحجہ کا مہینہ اور حرم کی زمین تم پر حرام ہے۔ گویا یہ بغض، عداوت، نفرت، کردار کشی، لعن طعن، غیبتیں سب چیزیں آبروریزی کے ذیل میں آتی ہیں اور مسلمان کی آبروریزی کرنا حرام ہے۔ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

سوال: میڈیا نوجوان نسل کو خراب کر رہا ہے تنظیم اسلامی اس سلسلے میں کیا کام کر رہی ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: اس وقت دجالی تہذیب کے اثرات جس طرح ہمارے گھروں میں پہنچے ہوئے ہیں اس کا بڑا ذریعہ میڈیا ہے۔ اس حوالے سے اپنے ذہنوں اور آنکھوں کو کھلا رکھنے اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ کہیں یہ چیز ہمارے ایمان اور حیا کو نہ لے ڈوبے۔ البتہ یہ یاد رہے کہ شیطان تو پہلے دن سے موجود ہے اور یہ سارے ذرائع شیطان کے ہیں جن کے ذریعے سے وہ مخلوق خدا کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ البتہ ہم کمزور زیادہ ہیں لہٰذا جس شدت کے ساتھ یہ چیزیں ہم پر حملہ آور ہیں تو اسی شدت کے ساتھ ہمیں اللہ کے ساتھ تعلق کی مضبوطی کی ضرورت ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ (الزخرف:36) ''اور جو کوئی 'منہ پھیر لے رحمان کے ذکر سے' اس پر ہم ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں' تو وہ اس کا ساتھی بنا رہتا ہے۔''

گویا بندہ خود موقع دیتا ہے تو شیطان داخل ہوتا ہے۔ آج ہم سوشل میڈیا کو استعمال کرنے کے لیے پہل تو خود ہی کر رہے ہیں۔ اس حوالے سے تنظیم اسلامی یہ کوشش کرتی ہے کہ اپنے رفقاء کو زیادہ سے زیادہ قرآن سے جوڑا جائے۔ بانی تنظیم اسلامی کا یہ مستقل طرۂ امتیاز تھا کہ اپنے رفقاء واحباب کو قرآنی مجالس سے جوڑنے کی کوشش کرتے رہے۔ قرآن حکیم طلب ہدایت کے ساتھ سنا جائے، پڑھا جائے، بیان کیا جائے تاکہ وہ ہمارے ایمان کی آبیاری کا ذریعہ بنے۔ یہی اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیم اور آپ ﷺ کے اسوہ کا بڑا خوبصورت نکتہ ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن کے ذریعے تعلیم دی۔ لہٰذا جب ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت، آپ ﷺ کے اسوہ سے اور آپ ﷺ کے اعمال سے جڑیں گے تو اس سے وہ نورانیت میسر آئے گی جو ہمارے دلوں کو ایمان سے منور کر دے گی۔ ان شاء اللہ! اور اس طرح ہم شیطان کے حملوں سے بچ سکیں گے۔ تنظیم اسلامی سمیت ہر دینی جماعت کی کوشش ہوتی ہے کہ لوگوں کو اجتماعی ماحول سے جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ اکیلا آدمی شیطان کا شکار ہو جاتا ہے جیسے بکری ریوڑ سے علیحدہ چل رہی ہو تو بھیڑیا اس پر حملہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس جو بندہ اجتماعیت سے جڑا ہوا ہو گا تو وہ شیاطین کے حملوں سے محفوظ رہے گا۔ اجتماعیت اور مساجد نیک لوگوں کی صحبت سے جوڑنے والے ایسے قلعے یا پناہ گاہیں ہیں جن کی مدد سے باہر کے حملوں کو کم کیا جا سکتا ہے۔ ایک امریکن تھنک ٹینک نے تسلیم کیا کہ اگر ہم نے اپنے بچوں کی مذہبی لیکچرز میں حاضری کو یقینی نہ بنایا تو ہماری اگلی نسل Egosentric قسم کی نسل ہو گی جو بالکل مشینوں کی طرح ہو گی۔ یعنی ان کو بھی سمجھ آرہی ہے کہ اپنی نسلوں کو بائبل سے جوڑ دیا جائے۔ ہم بھی رحمان سے، قرآن سے اور صاحب قرآن ﷺ سے جوڑنے کی بات کر رہے ہیں۔ خاص طور پر نوجوانوں کو حکمت کے ساتھ نبی ﷺ کی سنت سے جوڑنے کی ہم کوشش کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں تربیتی کورسز کا اہتمام ہوتا ہے۔ پھر ہم گھروں میں بھی تربیت کا اہتمام کرنے کی بات کرتے ہیں۔ ہم نے بچوں کے لیے، خواتین کے لیے اور مرد حضرات کے لیے مختلف قسم کے نصاب تیار کیے ہوئے ہیں اور ان کو مختلف اجتماعی سرگرمیوں سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ باہر سے آنے والے پریشر کے خلاف ہم اکیلے مزاحمت نہیں کر سکتے۔

سوال: تنظیم اسلامی کی انسداد سود مہم کی اپنی ایک تاریخ ہے، انہی مشترکہ کوششوں کے نتیجہ میں وفاقی شرعی عدالت کا سود کے خلاف فیصلہ آیا۔ اب اس کے بعد تنظیم اسلامی کا کیا لائحہ عمل ہو گا؟

امیر تنظیم اسلامی: جن 8 بنکوں نے اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی تھی انہوں نے اپیل واپس لے لی ہے مگر فائن ٹون کر کے بعد دوبارہ سپریم کورٹ میں جانا چاہتے ہیں اور سٹیٹ بنک نے تو ریویو کے لیے پٹیشن دائر کر رکھی ہے۔ حکومت کی طرف سے وزیر اعظم اور وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ ہم اس فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں اور اس کو تحسین کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور ہم کوشش کریں گے

کہ اس کی روح کے مطابق عمل کیا جاسکے۔ ہم نے بھی ان کو ویلکم کیا ہے۔ پھر ایک ٹاسک فورس بنادی گئی ہے جس میں مفتی تقی عثمانی سمیت مختلف علماء کرام اور حکومتی ذمہ داران شامل ہیں۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے اگر حکومت وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر عمل درآمد کرانے کے لیے ٹاسک فورس بنا رہی ہے تو سٹیٹ بنک اپنی پٹیشن واپس کیوں نہیں لیتا؟ اس پٹیشن کا سپریم کورٹ میں جانا یہ واضح کر رہا ہے کہ نیک نیتی نہیں ہے۔ اگر آپ کو فیصلے کے حوالے سے کوئی وضاحت یا تشریح چاہیے تو آپ وفاقی شرعی عدالت میں جائیں تاکہ وہیں پر معاملہ حل ہو، سپریم کورٹ میں جانے کا مطلب یہ ہوگا وہ فیصلہ سٹے کا شکار ہو جائے گا اور یہی چیز ہم پچھلے پچاس برسوں سے دیکھتے آرہے ہیں کہ مختلف حیلے بہانوں سے معاملے کو لٹکایا جارہا ہے۔ پھر کمیشن اور ٹاسک فورس پہلے بھی بنتے رہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور سٹیٹ بنک کی کمیٹیوں نے بھی بڑے کام کیے ہیں لیکن اصل تقاضا ابھی تک پورا نہیں ہوا۔ بہرحال ہم نیک نیتی اس وقت محسوس کریں گے جب کوئی ایک قابل ذکر عملی قدم اٹھالیا جائے گا۔ موجودہ فیصلہ 319 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں بہت سارے کام کرنے کو دیے گئے جن میں کچھ فوری نوعیت کے ہیں جو فوری ہوسکتے ہیں۔ حکومت اگر نیک نیت ہے تو وہ پہلا کام یہی کرے کہ سٹیٹ بنک کا پٹیشن واپس لے کر دکھائے اور کسی تشریح کی ضرورت ہے تو وفاقی شرعی سے رجوع کرے۔ ہماری دوسری گزارش یہ ہے کہ ٹاسک فورس میں ان علماء کو بھی شامل کریں جو موجودہ اسلامی اکانومی اور معیشت کے میکنزم کو بھی سمجھتے ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ سٹیک ہولڈرز اور بھی ہوسکتے ہیں، خاص طور پر وہ جماعتیں اور حضرات جو پچھلے بیس سال وفاقی شرعی عدالت میں اس کیس کی سماعت کے دوران بڑے صبر آزما مراحل سے گزرے ہیں اور انہوں نے اس مقدمے کے سارے اُتار چڑھاؤ دیکھے ہیں، ان حضرات کو بھی آن بورڈ لینے کی ضرورت ہے۔

سوال: کیا تنظیم اسلامی اس معاملے میں دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر کوئی تحریک چلانے کا پروگرام رکھتی ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: تنظیم اسلامی نے دوسری جماعتوں بالخصوص جماعت اسلامی کے ساتھ مل کر انسداد سود مہم میں کوششیں کیں، ہمارے اور جماعت اسلامی کے وکلاء نے مل کر عدالت میں کوششیں کیں اور کچھ اہل علم بھی اپنا حصہ ڈالتے رہے۔ یہ مشترکہ کوششیں تھیں۔ اس کے بعد جب یہ فیصلہ آیا تو ملک بھر سے اس کی تحسین و تائید کی بات آئی، علماء کی طرف سے بھی تائید آئی۔ مفتی تقی عثمانی صاحب اور مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے بھی کچھ فورمز پر بات کی ہے کہ ہمیں اس فیصلے کے نفاذ کے لیے محنت کرنے اور اس حوالے سے پریشر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ سب کے نزدیک متفقہ ہے، سود کی حرمت کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ شریعت کے نفاذ کا مطالبہ لے کر ہم کھڑے ہوں تو پہلے ہمیں چند منکرات کو ٹارگٹ کرنا ہوگا اور کسی متفق علیہ منکر کے خلاف مہم کی بنیاد پر نفاذ شریعت کے مطالبے کو آگے بڑھانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ بہرحال اس حوالے سے تنظیم اسلامی عوام الناس، علماء کرام کو آگاہ کرنے کے لیے کوشش کر رہی ہے، مولانا زاہد الراشدی جیسے علماء بھی انسداد سود کے حوالے سے محنت کر رہے ہیں اور دوسرے لوگوں کی طرف سے بھی دباؤ بڑھانے کی بات آرہی ہے۔ ہم پرامن ایجی ٹیشن کی بات کرتے ہیں۔ اپنے رفقاء کی تعلیم کے لیے عرض کروں گا کہ شریعت کے نفاذ کے لیے آخری اقدام کو ہم تحریک کہیں گے، اس سے پہلے ہم مہمات چلاتے ہیں جیسا کہ آگاہی منکرات مہمات وغیرہ۔ اسی طرح سود کے خلاف بھی ایک مہم شروع کی جاسکتی ہے جو ایک مشترکہ کوشش ہوگی اور تعاونوا علی البر و التقویٰ کے اصول کے تحت تنظیم اسلامی اپنا حصہ ضرور ڈالے گی۔ تنظیم اسلامی اس سے پہلے منکرات کے خلاف مہمات کا اہتمام کرتی رہی ہے۔ ہم پہلے پارلیمنٹ کے تمام ممبران، ججز، صحافیوں، آئمہ حضرات وغیرہ سب کو خطوط لکھتے ہیں کیونکہ ہم نے ملک اسلام کے نام پر لیا ہے لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ان تک بھی بات پہنچائی جائے۔ ہمارے پاس ہاتھ سے منکر کو ختم کرنے کی طاقت نہیں تو زبان سے اس کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جہاں تک دینی سیاسی جماعتوں کا تعلق ہے تو ان سے ہم دست بستہ گزارش کرتے ہیں کہ 75 برس کا بہت بڑا تجربہ ہمارے سامنے ہے کہ اس انتخابی سیاست کے نتیجے میں شریعت کا نفاذ ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ فرسودہ نظام کی میوزیکل چیئر گیم ہے البتہ جب دینی جماعتوں نے کسی متفق علیہ معاملے پر انتخابی سیاست سے ہٹ کر کوئی تحریک چلائی ہے، مثلاً قادیانیوں کے خلاف، تحفظ ناموس رسالت کے قانون کی تبدیلی کی کوشش کے خلاف تو اللہ تعالیٰ نے کامیابی دی۔ پھر سندھ اسمبلی میں خلاف اسلام قانون ہو یا نام نہاد گھریلو تشدد بل ہو اس کے خلاف دینی جماعتوں نے آواز بلند کی تو ان کا پریشر لیا گیا اور اللہ نے کامیابی دی ہے۔ ہم دینی سیاسی جماعتوں سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ انتخابی سیاست کو چھوڑ کر انقلابی سیاست کا راستہ شریعت کے احکام کے نفاذ کے لیے اپنائیں کیونکہ پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے یہی صحیح تر راستہ ہے۔

سوال: جماعت اسلامی اور تنظیم اسلامی کے علاوہ دیگر اسلامی جماعتوں نے سود مہم میں حصوں کیوں نہیں لیا؟

امیر تنظیم اسلامی: مولانا ابوالکلام آزاد سے کسی نے کسی مسئلہ پر اعتراض کیا تو انہوں نے کہا کہ میں اس کے سوا کیا کہہ سکتا ہوں کہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح میں بھی بڑے افسوس سے یہ جملہ استعمال کر رہا ہوں کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہمارے ہاں چھوٹے موٹے انتخابی مسائل ہوں، سیاسی راہنماؤں پر کوئی آنچ آجائے تو ہماری دینی جماعتوں کے لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض مرتبہ کسی کو حکومت سے ہٹانے یا لانے کے لیے دھرنوں کے ذریعے پورے پورے شہر بلاک کر دیتے ہیں مگر سود جو کہ بڑا منکر ہے، عقیدے کے لحاظ سے شرک سب سے بڑا منکر ہے اور عمل میں سود خوری کا معاملہ بدترین ہے جس پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر سود نہیں چھوڑتے تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اتنے بڑے منکر کی وجہ سے ہم اس وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کی حالت میں ہیں اس کے بارے میں ہمارے مذہبی طبقہ کے جذبات کھل کر سامنے نہیں آتے تو میں کیا کہوں اس کے سوا کہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ منکرات پر خاموشی تائید کے زمرے میں آتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے تو پھر سب لپیٹ میں آتے ہیں۔ اصحاب سبت کا واقعہ سورۃ الاعراف میں بیان ہوا ہے کہ جو لوگ منکر کے خلاف کھڑے نہیں ہوئے وہ بھی منکر میں ملوث لوگوں کے ساتھ بدترین عذاب کا شکار ہوئے۔ صرف وہ لوگ بچائے گئے جو اس منکر کے خلاف کھڑے ہوئے۔ منکرات کے خلاف کھڑا ہونا انبیاء و رسل کا فریضہ تھا۔ ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری اب امت مسلمہ کی ہے۔ جب اقوام میں منکرات کو روکنے کا اور اصلاح کا کام نہیں ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ آج عذابوں کی کیفیات مختلف نوعیت کی ہیں، کبھی تعصب کے نام پر دست و گریباں ہو جانا، کبھی معیشت کی وجہ سے مشکلات میں آجانا، کبھی خودکشیوں کا ریٹ بڑھ جانا، کبھی قتل و غارت گری اور ڈاکوؤں کا راج ہونا اور مال سے برکت کا اٹھ جانا، بیماریوں میں اضافہ

ہوجانا، زلزلوں کا آ جانا یہ مختلف عذاب ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ اگر ہمیں ان کا احساس نہیں ہو رہا تو گویا ہم خود عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔

سوال: کیا دورانِ تعلیم تنظیم میں شمولیت اختیار کرنی چاہیے یا تعلیم سے فراغت کے بعد؟ اور پھر ہم کیا دعوت دیں، تنظیم میں شمولیت کی یا اعمال کی اصلاح کی؟

امیر تنظیم اسلامی: اصولی طور پر شریعت کے احکامات بلوغت کے بعد لاگو ہوجاتے ہیں۔ اگر کسی کو دین اور دینی ذمہ داریوں کا تصور سمجھ میں آ گیا ہے تو اسے تنظیم میں شمولیت اختیار کرنی چاہیے۔ ہمیں ایسے نوجوانوں کا حوصلہ بڑھانا چاہیے کہ جو اس عمر میں دین کے حوالے سے فکر مند ہیں ورنہ ایک تصور یہ رہا ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد سوچیں گے یعنی 60 سال کے بعد۔ تب تک زندہ رہتے بھی ہیں یا نہیں کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ پھر یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ تنظیم میں شامل ہوکر کیا کرنا پڑے گا۔ اس کا جواب بہت سادہ ہے کہ دین کے تقاضوں پر عمل کرنا ہر مسلمان کا کام ہے، تنظیم میں وہی کام ایک نظم کے تحت کرنا ہوگا۔ تنظیم میں آنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ رفیق تنظیم کو نالج ملے گی کہ میرے کرنے کے کام کیا ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جن کی نماز کی طرف توجہ نہیں ہوتی لیکن جب وہ دینی اجتماعیت میں آتے ہیں تو ان کی نمازیں درست ہونا شروع ہوجاتی ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو دنیا کی ہر تعلیم حاصل کر رہے ہیں لیکن قرآن کی الف ب نہیں آتی۔ تنظیم میں کوئی شامل ہوگا تو اسے دروس قرآن اور قرآنی حلقوں کے ذریعے قرآن کو سمجھنے کے مواقع میسر آئیں گے۔ اسی طرح بہت سارے روزمرہ کے معمولات ہمارے علم میں نہیں ہیں یا ان کی یاددہانی نہیں تو ان کی تذکیر ملے گی۔ 2007ء میں کراچی یونیورسٹی میں والدین کے حقوق کے موضوع پر لیکچر دے رہا تھا تو کلاس میں چار طلبہ نے کہا برسوں بعد یاد آیا کہ والدین کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے۔ یہ ایم بی اے کے طلبہ تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ اسلام صرف چند بنیادوں پر مشتمل نہیں ہے بلکہ ایک مکمل کوڈ آف لائف ہے۔ وہاں خود اللہ کی بندگی کے ساتھ اسلام کی دعوت کا کام بھی کرنا ہے اور اقامت دین کی جدوجہد بھی کرنی ہے۔ چونکہ یہ کام کوئی انسان اکیلے کر نہیں سکتا اس لیے اس کا جماعت میں آنا ضروری ہے۔ چنانچہ ہمارے وہ نوجوان جو کالج یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ کسی اجتماعیت میں شامل ہوں تاکہ ان کو اپنی دینی ذمہ داریوں کی یاددہانی بھی ہو اور ان کو ادا کرنے کے لیے ایک پلیٹ فارم بھی مہیا ہوسکے۔ جہاں تک دعوت دینے کا سوال ہے تو بنیادی دعوت دین کی رکھیں اس میں اعمال کے تقاضے اور دینی ذمہ داریوں کے تقاضے بھی آجائیں گے اور اس میں تنظیم کی دعوت بھی آجائے گی لیکن یہ ایک ہی دن میں نہیں ہوگا پہلے دلوں کو نرم کیا جائے گا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلے شراب، سود اور جوئے کے احکام دیے ہوتے تو لوگ عمل نہ کر پاتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں پہلے ایمان اور آخرت کی فکر پر زور دیا اور پھر مدنی سورتوں میں احکام نازل ہوئے۔ اس لیے جب کوئی ساتھی تنظیم میں آئے گا تو قرآن کی محفلوں میں آئے گا اور پھر وہ تدریجاً اپنے اعمال کی اصلاح کرے گا۔

سوال: دنیوی تعلیم اور دینی تعلیم میں کیا نسبت ہونی چاہیے؟

امیر تنظیم اسلامی: ایک بنیادی تعلیم ہوتی ہے اور ایک سپیشلائزیشن ہوتی ہے۔ مجھے سعودی عرب کے ماڈل کا یہ حصہ بہت پسند ہے کہ وہاں گریڈ 10 یا 12 تک ہر بچہ دینی تعلیم بھی حاصل کرتا ہے اور عصری تعلیم بھی حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کی چوائس ہے کہ وہ میڈیکل میں جانا چاہتا ہے، کلیۃ القرآن میں جانا چاہتا ہے یا کسی اور مضمون میں سپیشلائزیشن کرنا چاہتا ہے۔ یعنی اس میں بچہ دین کی بنیادی تعلیم سے واقف ہوجاتا ہے۔ یہ آئیڈیل طریقہ ابھی تک ہمارے پاس نہیں ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر زیادہ رجحان دنیوی تعلیم کی طرف ہوتا ہے اور دنیوی تعلیم اپنی ذات میں کوئی بری شے نہیں ہے۔ اگر اس کو اچھے مقاصد کے ساتھ اور کل کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے حاصل کیا جائے تو علماء کہتے ہیں اگر کوئی اس نیت سے تعلیم حاصل کر رہا ہے تو اس کا بھی اجر مل جائے گا۔ یعنی دنیوی تعلیم حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن دین کی بنیادی تعلیم تو فرض ہے۔ جیسے نوجوان اگر ابھی کمانے کے قابل نہیں تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی لہٰذا اس پر زکوٰۃ پر عمل کرنا فرض نہیں ہے لیکن اس پر نماز فرض ہوگئی ہے۔ اس لیے اس پر نماز کے مسائل، طہارت کے مسائل، ناظرہ قرآن سیکھنا فرض ہے۔ فرائض کے درجے کے علوم حاصل کرنا ضروری ہیں۔ اس کے لیے 8 سال یا زیادہ وقت لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ مدارس میں اور ہماری قرآن اکیڈمیز میں شارٹ کورسز کروائے جاتے ہیں جہاں دین کی بنیادی تعلیم کا اہتمام ہوتا ہے۔ اگر کوئی دن کے اوقات میں کالج، یونیورسٹیز میں پڑھ رہا ہے یا کوئی اور مصروفیت ہے تو وہ شام کے اوقات میں یا ویک اینڈ پر یہ کورسز کرسکتا ہے۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو دنیوی تعلیم کو کم اہمیت دیتے ہیں اور اپنی دینی تعلیم میں زیادہ آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے ان کو توفیق دی ہوتی ہے۔ اس حوالے سے بھی پاکستان کے بڑے شہروں میں سعودی عرب والا ماڈل اپنایا جا رہا ہے کہ میٹرک تک بنیادی دینی اور دنیوی تعلیم دی جائے گی اس کے بعد جو جس فیلڈ کا چاہے انتخاب کرلے۔ البتہ اصولی طور پر ہر بندۂ مومن کے لیے دین کی بنیادی تعلیم حاصل کرنا فرض ہے، وہ اس کو لازمی حاصل کرے۔

سوال: نظام ٹیکس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: یہ ایک ٹیکنیکل مسئلہ ہے جس کے کئی پہلو ہیں۔ سوال یہ ہے کیا ٹیکسز لگائے بھی جا سکتے ہیں یا نہیں؟ یقیناً لگائے جاسکتے ہیں اگر ریاست سمجھتی ہے کہ سلطنت کو چلانے کے لیے اس کے پاس وسائل ناکافی ہیں تو ٹیکسز لگانے کی گنجائش ہے۔ اس کی دو شکلیں ہیں۔ ایک جو سروسز حکومت عوام کو مہیا کر رہی ہے مثلاً سڑکیں، پل، ہائی ویز وغیرہ جن سے عوام استفادہ کر رہے ہیں تو ان کا ٹیکس عوام دیتے ہیں۔ دوسری شکل یہ ہے کہ حکومت کو جہاں خسارہ نظر آتا ہے وہاں ٹیکس لگائے مگر اس میں شریعت نے اصول عطا فرمائے ہیں۔ خلافت راشدہ میں یہ اصول موجود تھے۔ اس حوالے سے ہمیں خلفائے راشدین کے دور کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں تک ظالمانہ و جابرانہ ٹیکس کا معاملہ ہے تو اس کو تو کوئی صاحب علم اور سلیم الفطرت انسان قبول نہیں کرے گا کہ حکمرانوں کی تجوریوں کو بھرنے کے لیے ناجائز ٹیکس لگائے جائیں۔

سوال: نظام ٹیکس کے حوالے سے چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ کو کیا مشورہ دینا چاہیے؟

امیر تنظیم اسلامی: اس حوالے سے انکم ٹیکس آرڈیننس کے اندر ہی چارٹرڈ اکاؤنٹینٹ کو چھوٹ دی جاتی ہے۔ اگر تو وہ چھوٹ دیے گئے قانون کے مطابق ہے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ لیکن مسئلہ یہاں پیدا ہوتا ہے جب دو بکس رکھی جاتی ہیں، ایک کچی اور ایک پکی۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص ٹیکس بچانا چاہتا ہے۔ اس پر فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ مثال کے طور پر ایک حکومت نے 10 افراد سے 100 روپے ٹیکس وصول کرنا ہے تو فی آدمی 10 روپے ٹیکس آئے گا۔ لیکن ان دس میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں ٹیکس نہیں دیتا لیکن حکومت کا ہدف 100 روپے ہے تو وہ بقیہ لوگوں سے

اضافی ٹیکس لے کر ہدف پورا کرے گی۔ اس طرح بقیہ 9 لوگوں پر جو اضافی بوجھ پڑا ہے اس کا گناہ اس ایک شخص پر جائے گا۔ یہ فقہی مسئلہ ہے۔ انکم ٹیکس آرڈیننس کا مسئلہ نہیں ہے۔ بانی تنظیم اسلامی نے طے کر دیا تھا کہ جو بھی حکومتی قوانین ہیں ان کے اندر رہتے ہوئے ہمیں اپنے معاملات صاف شفاف رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ رشوت دے کر ٹیکس سے بچنا یا کوئی بھی کام کروانا اسلام میں منع ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی عزیمت کے راستے پر ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال: موجودہ سیاسی اور معاشی بحران کے تناظر میں پاکستان کا مستقبل کیا ہوگا؟

امیر تنظیم اسلامی: احادیث میں امت کا مستقبل بڑا تابناک بتایا گیا ہے لیکن بہرحال رات کی تاریکیوں کے بعد ہی صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری اشرافیہ، حکمرانوں اور کرتا دھرتا لوگوں کو یہ بات سمجھ نہیں آرہی کہ پاکستان کس نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا۔ دنیا میں ممالک زبان، جغرافیہ، نسل یا تاریخی پس منظر کی بنیاد پر بنتے رہے ہیں۔ پاکستان ان میں سے کسی بنیاد پر وجود میں نہیں آیا۔ یعنی ہمارے خطے، زبانیں، نسلیں الگ ہیں۔ ہمیں صرف کلمہ نے جوڑا تھا جس کی بنیاد پر ہم نے یہ ملک حاصل کیا اور اس میں اسلام کے نفاذ کی طرف پیش قدمی کیے بغیر یہ ملک مستحکم نہیں ہوسکتا۔ باقی سارے تجزیے ہو رہے ہیں لیکن وہ ایک آنکھ والے ہیں جو مادہ پرستانہ سوچ والی ہے۔ ہم ظاہر کے اسباب کی نفی نہیں کرتے لیکن حقیقت کی آنکھ سے بھی دیکھنے کی بھی ضرورت ہے کہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اگر اسلام کو ترجیح نہیں دیں گے تو پھر تعصب، علاقائی، لسانی جھگڑے ہی ہوں گے جیسے 1971ء میں ہوا۔ یہ تعصب ہی تو تھا کہ ملک دولخت ہوا تھا۔ آج پھر تعصب کی باتیں ہو رہی ہیں تو اس تعصب کا توڑ اسلام ہے جو ان کے درمیان قدرِ مشترک ہے۔ دینی نقطہ نظر سے دیکھیں تو ہم نے اللہ کے نام پر ملک لیا لیکن پھر اللہ سے غداری کی تو اللہ نے ہمارے دلوں میں نفاق ڈال دیا۔ بانی تنظیم اسلامی بڑی سخت بات کرتے تھے کہ اجتماعی سطح پر ہمارے اندر نفاق کی چاروں نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ یعنی جھوٹ، وعدہ خلافی، خیانت، جھگڑا کرنا۔ یہ نشانیاں رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمائیں۔ ہم اپنے معاشرے کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ بانی تنظیم اسلامی فرماتے تھے کہ جو جتنے بڑے عہدے پر ہے وہ اتنا بڑا جھوٹا اور وعدہ خلاف ہے۔ پھر ٹاک شوز کے اندر جو زبان استعمال ہوتی ہے اس کو شریف گھرانوں کی فیملیز ایک ساتھ بیٹھ کر دیکھ نہیں سکتیں۔ بہرحال یہ وہ سزائیں ہیں جو آج ہم پر مسلط ہوئی ہیں۔ قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝۱۲۴﴾ (طٰہٰ) ’’اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو یقیناً اس کے لیے ہوگی (دنیا کی) زندگی بہت تنگی والی، اور ہم اٹھائیں گے اسے قیامت کے دن اندھا (کر کے)۔‘‘

ہمارا اور کئی اہل علم کا دیانتدارانہ تجزیہ یہی ہے کہ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر لیا اگر اس کی طرف پیش رفت نہیں کرتے تو بگاڑ آچکا ہے اور اس میں مزید اضافہ ہوگا۔ کیونکہ بگاڑ کے آنے کی وجوہات اسلام کے احکامات کی خلاف ورزی ہے۔ بہرحال پاکستان کا مستقبل قریب تو تاریک نظر آرہا ہے۔ ہم 14 اگست کو یوم آزادی منائیں گے لیکن کون سی آزادی؟ ہم نے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات اور قرآن حکیم کی تعلیم سے اپنے آپ کو آزاد کیا۔ بقول حالی ؎

اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

ہم اس پر آزادی منا رہے ہیں حالانکہ اصل آزادی یہ ہے کہ ؎

یہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

لیکن 75 برس ہو چکے ہیں ہم وہ ایک سجدہ کرنے کو تیار نہیں ہو رہے۔ ہماری غلامی کی انتہا یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اپنے اثاثے بیچنے کو تیار ہیں۔ کیا کل اپنی ایٹمی ٹیکنالوجی کو بھی بیچ دیں گے؟ جس کی وجہ سے بھارت آج تک ہم پر حملہ نہیں کر سکا۔ یہ آزادی نہیں ہے بلکہ غلامی ہے۔ کیونکہ ہم نے حقیقی آزادی کو حاصل کرنے کے لیے شریعت کے نفاذ کی طرف پیش قدمی نہیں کی۔

پریس ریلیز 12 اگست 2022ء

طاغوتی قوتیں افغانستان میں بدترین دہشت گردی کا ارتکاب کر رہی ہیں

شجاع الدین شیخ

طاغوتی قوتیں افغانستان میں بدترین دہشت گردی کا ارتکاب کر رہی ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے کابل میں خودکش حملہ میں معروف عالم دین اور مجاہد شیخ رحیم اللہ حقانی کی شہادت کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اُنہوں نے کہا کہ افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہوئے ایک برس ہو چکا ہے اور اس دوران دہشت گردی کے پے در پے واقعات رونما ہوئے اور دہشت گردی کے ان سب سانحات کی داعش نے ذمہ داری قبول کی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ کے سابق صدر ٹرمپ اور دوسرے کئی سابقہ اور موجودہ اعلیٰ عہدہ دار یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ داعش درحقیقت خود امریکہ نے بنائی تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ چند روز قبل امریکہ کا ڈرون حملے میں ایمن الظواہری کو قتل کر دینا دوحہ معاہدے کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ امریکہ جو آگ افغانستان میں دوبارہ بھڑکانے کی کوشش کر رہا ہے وہ دنیا کے امن کو تباہ و برباد کر دے گی۔ اُنہوں نے پاکستان اور امریکہ کے درمیان حالیہ قربت پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کو اس حوالے سے امریکی دباؤ ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اُنہوں نے اِس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ پاکستان، ایران، چین، ترکی اور روس جو خود کو افغانستان کا وکیل ظاہر کرتے ہیں خود افغان طالبان کی حکومت کو تسلیم کیوں نہیں کرتے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگر تمام مسلمان ممالک افغان طالبان کی حکومت کو تسلیم کر لیں تو امت مسلمہ کے دشمنوں کے لیے بھی افغان طالبان کی حکومت کے خلاف کوئی اقدام کرنا آسان نہ ہوگا۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(25 تا 30 جولائی 2022ء)

پیر (25 جولائی) کی شام کو لاہور آنا ہوا۔

منگل (26 جولائی) کو شعبہ سمع و بصر و سوشل میڈیا، شعبہ تعلیم و تربیت، شعبہ نظامت اور شعبہ زکوٰۃ کے ناظمین کے ساتھ نائب امیر کے ہمراہ میٹنگز کیں۔ شام کو شعبہ سمع و بصر میں ''امیر سے ملاقات'' کے پروگرام کی ریکارڈنگ کروائی۔

بدھ (27 جولائی) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد نماز ظہر ناظم شعبہ نشر و اشاعت اور ناظم شعبہ مالیات کے ساتھ میٹنگز کیں۔ بعد ازاں کراچی واپسی ہوئی۔

جمعہ (29 جولائی) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی کی مسجد میں اجتماع جمعہ سے خطاب فرمایا۔

ہفتہ (30 جولائی) کی رات کو سرجری کے لیے ہسپتال داخل ہوئے۔ پیر کی رات کو سرجری کے بعد ڈسچارج کیا گیا۔ بحمد للہ بخیر و عافیت یہ معاملہ ہو گیا ہے۔ ☆ نائب امیر سے تنظیمی امور وغیرہ کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات و خواتین کے لیے دینی علوم کے حصول کا نادر موقع

جاری کردہ: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

رجوع الی القرآن کورس

(دورانیہ ۹ ماہ)

مضامینِ تدریس

عرصہ 40 سال سے باقاعدگی سے جاری تعلیمی سلسلہ

پارٹ ۱ (سالِ اوّل) برائے مرد و خواتین

- تجوید و ناظرہ
- عربی گرامر (صرف و نحو)
- ترجمہ قرآن (مع تفسیری و لغوی توضیحات)
- دورۂ ترجمہ قرآن
- قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی
- سیرت و شمائل النبی ﷺ
- مطالعۂ حدیث و اصطلاحاتِ حدیث
- فکرِ اقبال
- فقہ العبادات
- معاشیاتِ اسلام
- اضافی محاضرات

پارٹ ۲ (سال دوم) برائے مرد حضرات

- عربی زبان و ادب
- اصولِ تفسیر
- تفسیر القرآن
- اصولِ حدیث
- درسِ حدیث
- اصول الفقہ
- فقہ المعاملات
- عقیدہ (طحاویہ)
- اضافی محاضرات

☆ رجسٹریشن جاری ہے ☆ انٹرویو یکم ستمبر

آغاز 5 ستمبر 2022ء (اِن شاءاللہ)

ایامِ تدریس پیر تا جمعہ

نوٹ: بیرونِ لاہور رہائشی حضرات کے لیے ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے۔ لہٰذا خواہشمند حضرات پہلے سے اپنی رجسٹریشن کروالیں۔

اوقاتِ تدریس: صبح 8 بجے تا 12:30

قرآن اکیڈمی —— ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدماتِ قرآنی کا مرکز

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

email:irts@tanzeem.org

www.tanzeem.org

زیرِ انتظام مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور (رجسٹرڈ) ——

مزید تفصیلات کے لئے www.tanzeem.org

03161466611 - 04235869501-3

شعبہ خط و کتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

- کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
- کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
- کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور کے مرتب کردہ

"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" پر مبنی

"قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس" سے استفادہ کیجیے

یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط و کتابت کروایا جا رہا ہے)

شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمد للہ!

اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط و کتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، K-36، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-(92-42)35869501

E-mail:distancelearning@tanzeem.org

ضرورت رشتہ

☆ رفیق تنظیم، عمر 58 سال، تعلیم ایم اے، درس نظامی، ایئر فورس سے بطور خطیب ریٹائرڈ، ذاتی مکان میں رہائش پذیر کو عقد ثانی کے لیے بیوہ/مطلقہ جو دین و دنیا میں معاون ہو، کا رشتہ درکار ہے۔ (پہلی بیوی وفات پا چکی، 3 بچے تمام شادی شدہ)

برائے رابطہ: 0301-6729604

☆ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر کاروباری بٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

صرف والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0346-4483073

کوئی چارہ ساز ہوتا......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستانی جمہوریت تو کبھی حقیقی جمہوریت (مغربی ماڈل) تھی ہی نہیں۔ نرا بچہ جمورا جمہوریت رہی: گھوم جا گھوم گیا والی۔ قوم بھی سالہا سال سے چکرائی گھمن گھیریاں سہہ رہی ہے۔ مگر اب تو امریکی جمہوریت پر بھی انگلیاں اٹھ رہی ہیں۔ واشنگٹن پوسٹ میں حالیہ رائے شماری میں کہا گیا ہے کہ امریکی جمہوریت روبہ زوال ہے۔ ووٹنگ کے حقوق محدود ہیں، آزادی محاصرے میں ہے۔ فارن ریلیشنز کونسل کے سینئر فرد نے کہا: 'لگتا ہے ہم تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ بہت سے لوگ غیر ملکی پاسپورٹ لینے اور نقل مکانی کی بات کر رہے ہیں۔ افراط زر، فائرنگ واقعات، موسمیاتی تبدیلیوں کے سدباب کے لیے کچھ نہیں کیا جا رہا۔' امریکا دنیا کا 'بڑا ابا' بنا اپنے گھر سے بے خبر، غافل ہے۔ خاندان بکھر چکے۔ اولاد تباہ حال، اخلاق، تہذیب چوپٹ، معیشت دگرگوں۔ یوکرین میں روس کو نیچا دکھانے میں مصروف ہیں۔ تائیوان جا دھمکنے (جنگی بحری جہازوں کے جلو میں نینسی پلوسی کا دورہ!) چین کو انگوٹھا دکھانے، چڑانے کا اقدام۔ اپنے عوام اور نوجوانوں کو سنبھالنے کی بجائے جو بندوقیں تانے عملاً اپنوں کے لیے خودکش حملہ آور بنے ملک بھر میں کبھی کہیں جا گولیاں برساتے ہیں اور کبھی کہیں۔

امریکا خود القاعدہ کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا! 71 سالہ مصری، ڈاکٹرز اور اسکالرز کے خاندان سے اٹھنے والا اخوانی ڈاکٹر ایمن (سرجن) جسے اسرائیل کے فلسطینیوں پر مظالم نے آتش بجاں کر دیا۔ مصر کے اسرائیل سے امن معاہدے پر شدید احتجاج نے جیل پہنچایا۔ (پہلی جیل 15 سال کی عمر میں کاٹی!) 'ہم اسلام کی فتح، کامیابی تک قربانیاں دیتے رہیں گے' کا نعرہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے سے لگایا۔ امت مسلمہ کے غم میں گھلتا ڈاکٹر روس کے خلاف جہاد میں افغانستان آیا تھا۔ اسی غریب الوطنی اور مہاجرت میں بائیڈن نے اسے نشانہ بنانے کے بعد فخریہ کہا: 'نائن الیون کے 3 ہزار کو انصاف مل گیا' امریکی انصاف تو ملاحظہ ہو! ان 3 ہزار کے لیے چار مسلمان ملک اجاڑے۔ لاکھوں مسلمان افغانستان، عراق، شام، یمن میں شہید کر کے خون کی ندیاں بہائیں۔ سارے یورپی و دیگر غیر مسلم (و مسلم) ممالک کی جنگی ہمہ گیر قوت اس 'انصاف' کے لیے یکجا کی۔ ساری آبادیاں درہم برہم، دربدر کیں، اندرون ملک مہاجرتیں، بیرون ملک رلنا ان کا مقدر ٹھہرا۔

دنیا بھر میں (UNHCR رپورٹیں) سب سے بڑی تعداد مسلمانوں کی مہاجر بنی۔ یورپ نے اپنے ہاں آبادی کی کمی اور افرادی قوت کے قحط کو شامی مہاجرین و دیگر کے ذریعے پورا کر کے بظاہر احسان کیا۔ حالانکہ یہ مفت ہی محنتی، باصلاحیت با کردار قوتِ کار (اپنے بگڑے نکمے نوجوانوں کے مقابل) انہیں میسر آ گئی۔ 3 ہزار کے 'انصاف' میں آدھی دنیا اجاڑ دی۔ اگر مذکورہ بالا خونِ مسلم اور باگرام، ابوغریب، گوانتانامو، فلسطینیوں، کشمیریوں (بالواسطہ ظلم بذریعہ اسرائیل و مودی)، کروڑوں ریڈ انڈینز (امریکا کے اصلی نسلی باشندے) لاکھوں افریقہ سے لائے غلاموں پر ڈھائی قیامتوں، نوچی گئی کھالوں کو 'انصاف' دلانے دنیا اٹھ کھڑی ہو تو زمین پر سر چھپانے کی جگہ انہیں نہ ملے۔ دنیا بھر کے مظلوموں کی آہوں کا دھواں یوکرین جنگ میں روس، یورپ، امریکا کو سینگ پھنسائے جھونک چکا ہے! نہ اُگلے بن پڑ رہی ہے نہ نگلے! خود ان کی کینہ توزی کا یہ عالم ہے کہ صلاح الدین ایوبی سے انتقام کی آگ میں ان کی پوری کرد نسل کو 5 ملکوں سے برطانیہ اور بعد ازاں امریکا نے بدلے چکائے۔

انسان تو انسان برطانیہ نے ٹیپو سلطان (بمعنی شیر) کی علامت شیر کو پورے اس علاقے میں جینے نہ دیا۔ ہزاروں ببر شیر مار ڈالے۔ شکار کے نام پر ہر شیر کو ٹیپو سمجھ کر مارنا مشغلہ بنا دیا گیا۔ حیرت انگیز رپورٹیں ہیں اس سلسلے کی! عین ابلیسی بغض کہ جھگڑا تو باپ آدم علیہ السلام سے، مگر قسم کھا لی قیامت تک بنی آدم کو اپنے ہمراہ جہنم پہنچانے کی۔ یہ اسی کی کارفرمائی ہے۔ برطانیہ نے 57 ہزار علماء اور مجاہدین آزادی کو پھانسی دی تھی۔ پاکستان کو مجبوراً آزاد تو کر دیا مگر جاگیریں گدیاں اپنے انہی وفاداروں کو سونپیں جو کل (برطانیہ کے لیے) مجاہدینِ آزادی کی مخبریاں کرتے انہیں شہید کر کے تمغے اور جائیدادیں بناتے رہے۔ شاہ محمود قریشی کے جدِ امجد انہی وفاداروں میں سے ایک تھے۔ شاہ محمود خود مسلم لیگ، پیپلز پارٹی سے ہوتے ہوئے اب تحریک انصاف سے امریکا کے خلاف بیان داغ رہے ہیں! امریکا سازشی ٹھہرا دیا انصافی بیانیے میں۔ سفید گورا چٹا جھوٹ داغ دیا، حالانکہ ان کے گزشتہ ساڑھے تین سالہ دور میں بھی قطر سے امریکی ڈرون پاکستان کی ایئر سپیس استعمال کرتے رہے۔ "Absolutely Not" کے باوجود راہداریاں ہم سے وصولی ہیں۔

عمران خان، امریکا اشتراک سے کون ناواقف ہے۔ ٹیریان خان ان کی امریکی بیٹی، ان کی سابقہ (برطانوی یہودی خاندان کی) بیوی اور برطانوی نژاد بیٹوں کے ساتھ برطانیہ میں پل بڑھ کر جوان ہوئی۔ ان سوتیلے بہن بھائیوں کا پاکستان سے تعلق صرف بذریعہ باپ (آن لائن) ہی ہوگا۔ حقائق جھٹلائے نہیں جا سکتے۔ امریکا سے ان کی بیک ڈور سفارتکاری (دوستی!) جاری ہے۔ وزیر اعلیٰ کے پی کے اور امریکی سفیر کی ملاقات، تحفے میں 36 طبی گاڑیوں کی وصولی! جھوٹ، فریب، دجل والا بوتل کا ایک جن پہلے کراچی سالہا سال مشرف کے دست شفقت تلے پھلا پھولا۔ عروس البلاد کا کھنڈر بنا کر رخصت ہوا۔ اب بوتل سے جو دوسرا جن برآمد ہوا، بداخلاقی اور خود اعتمادی سے لدے پھندے جھوٹ کے سارے ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اسلامی اصطلاحات کو گیند سمجھ کر ان سے چوکے چھکے لگانے میں بے خوفی کا کوئی عالم نہیں۔ جو انہیں ووٹ نہ دے اسے خان صاحب نے علی الاعلان مشرک/شرک کا مرتکب قرار دے دیا۔ پہلے انبیاء کی بات کی، مماثلت تلاش کرتے اس کوچے میں جا نکلے۔ اب شرک بھی ہونے لگا پناہ بخدا! ایمان کے تقاضوں، دینی علم کی ابجد سے ناواقف، قبروں پر سجدے گزارتے 'ریاست مدینہ' کے 'صادق' 'امین' بنے اور بڑے بڑے ان کی ہمہ نوع آتش بازی پر خاموش رہے۔ جابجا ان کے جن جادو جنات کا سحر چھایا رہا!

عورتوں کے جھمکے ان کے پیچھے لپکتے رہے۔

ادھر ملکی صورت حال، معاشی کس مپرسی، روپیہ ڈالر کے SeeSaw (اوپر/ نیچے) کا کھیل دیکھیے اور ریلوے افسران کی شانِ بے نیازی ملاحظہ ہو۔ 230 مسافر بوگیاں درآمد کرنے 93 افسران واسٹاف کے 9 اگست کو چین جانے کی خبر آئی ہے۔ یاد رہے کہ ریلوے کو 45 ارب کے خسارے کا سامنا ہے۔ اس خبر کے مطابق 22 دن کے دورے پر یہ 100 ڈالر یومیہ الاؤنس وصول کریں گے۔ یہ سب ہماری پھٹی جیبوں کو مزید پھاڑنے کے سامان ہیں۔ تقریباً ڈھائی بوگی فی افسر/ ملازم بنتی ہے۔ سر پر اٹھالانے کی مزدوری ہم دیں گے؟

ویسے دیکھا جائے تو گزشتہ 75 سالوں میں ہمارے سبھی بڑوں نے مل جل کر پاکستان کو رشکِ قمر بنا دیا ہے۔ پہلے تو شقِ قمر کر گزرے مگر دو ٹکڑے (اس عظیم اللہ کے تحفے کے) واپس جوڑنے کی نہ طاقت صلاحیت تھی نہ خواہش۔ جیسا چٹیل بے آب چاند ہے، بہت محنت سے پانچ دریاؤں سے لہلہاتی شاداب سرزمین کو ہم نے ویسا ہی بنا ڈالا ہے۔ افغانستان، چین سے ادرک، لہسن، پھل سبزی تک کے ہم محتاج ہیں۔ (زرعی زمینوں کی جگہ ہاؤسنگ سوسائٹیاں اتھارٹیز بنا ڈالیں۔) پانی کم زراعت ختم۔ ہوا سلب۔ سانس لینا مہنگائی کے ہاتھوں دوبھر۔ قیمتیں سن کر سانس اندر جانے سے انکاری ہو جاتا ہے۔ خریدار کے قدم من من کے ہو جاتے ہیں اٹھائے نہیں اٹھتے۔ چاند کی سرزمین سا حال ہو گیا۔ پچھلے وزیر سائنس وٹیکنالوجی کے سر پر ہلال نکالنے کے درپے رہے۔ قوم کی عیدیں رمضان الجھاوے میں ڈالنے کے مخمصے کھڑے کیے رکھے۔ یوں بھی چاند کی جگمگاہٹ اپنی نہیں، مستعار ہے سورج سے۔ ہماری دنیا بھی امریکا کے بغیر، ڈالروں کے فراق میں تاریک ہونے لگتی ہے۔ البتہ ہاؤسنگ سوسائٹیوں کی فنی مہارت ہماری دیدنی ہے! بحریہ والے بڑے میاں اب تک خلائی شٹل خریدنے کی مالی استطاعت تو پا چکے ہوں گے۔ اگر چاند پر کوئی 'قمر ہاؤسنگ سوسائٹی' لانچ کر دیں تو پاکستان ہی سے بہت سے خریدار میسر آ جائیں گے۔ ان کا کالا دھن چاند کی دودھیا روشنی میں سفید ہو جائے گا۔ وہ سب جن کا پیسہ سنبھالے نہیں سنبھلتا۔ اب تو پی ٹی آئی کے مقصود چپڑاسی اکاؤنٹ دھڑا دھڑ ظاہر ہو رہے ہیں۔ اصولاً یہ سبھی پارٹیوں کا چپڑاسی، ریڑھی والا اکاؤنٹ کا پیسہ بحق عوام

ضبط کیا جائے۔ جس سے ان کی بلائیں دور ہوں۔ مہنگائی کم کرنے، بنیادی سہولتوں کی آسانی کے لیے لگایا جائے۔

فلسطین پوری دنیا کے سامنے 2008ء سے اب تک پانچویں مرتبہ اسرائیلی بموں کی بارش کی زد میں رہا۔ کوئی پرسانِ حال نہیں کیونکہ یہ یوکرین نہیں ہے! تین دن میں 44 فلسطینی بشمول 12 بچے شہید کیے گئے۔ سینکڑوں زخمی۔ ایندھن کی قلت کے سبب، بجلی گھر 4 گھنٹے ہی چلا سکتے ہیں سوطبی امداد بھی میسر ہونی مشکل ہے۔ گھر ملبوں میں تبدیل۔ تکلیف دہ تصاویر، ملبے سے بچوں کو چیزیں تلاشتے دیکھی جا سکتی ہیں۔ جنگ بندی فی الوقت ہو گئی ہے۔ فلسطینی تازہ قبروں پر بیٹھے جسمانی اور نفسیاتی زخموں کے مندمل ہونے کے انتظار میں ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی جیل غزہ اسرائیل کے زمینی، بحری اور فضائی محاصرے میں، بے یارومددگار ہے۔ 21 لاکھ فلسطینیوں کے امیر رشتہ دار یعنی مشرق وسطیٰ کے مالا مال ممالک اسرائیل سے پینگیں بڑھانے میں مصروف ہیں۔ اور یہ آنکھوں میں حسرت و یاس لیے یہی کہہ رہے ہیں۔

کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا!

سانحۂ کربلا

قیمت 50 روپے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت کے بیان پر جامع تالیف

بانیٔ تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف کا مطالعہ کیجئے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501
e-mail:maktaba@tanzeem.org

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحِکَمِ قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن (لاہور)

تازہ شمارہ جولائی تا ستمبر 2022ء

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ــــ ڈاکٹر اسرار احمد رحمہما اللہ

اس شمارے میں

☆ مسئلۂ سود اور وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ ــــ حافظ عاطف وحید
☆ مِلاکُ التأویل (۲۹) ــــ ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
☆ مدرسہ ڈسکورس ــــ پروفیسر حافظ قاسم رضوان
☆ کائنات کی مخلوقیت کا انکار ــــ ڈاکٹر محمد رشید ارشد
☆ نظاماتی تفہیم اور ہمہ گیر تحول کا مسئلہ ــــ مکرم محمود
☆ مباحثِ عقیدہ (۱۱) ــــ مؤمن محمود

افاداتِ حافظ احمد یار رحمہ اللہ "ترجمہ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح" (از محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ) کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 100 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-042-35869501

تحریک خلافت و تنظیم اسلامی کے ایک اور سرگرم ساتھی محترم ناصر علی انیس خان بھی چلے گئے

شوکت حسین انصاری

تحریکوں اور جماعتوں میں بعض ایسے مخلص کارکن وساتھی بھی ہوتے ہیں جو تحریکوں کی جان ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تحریک خلافت و تنظیم اسلامی کے ایک متحرک و فعال کارکن محترم ناصر علی انیس خان بھی عمر بھر سرگرم ساتھ رہے۔ موصوف جنوبی پنجاب کے ضلع مظفر گڑھ کے ایک گاؤں جادہ چانڈیہ بستی چھٹن میں 3 مارچ 1960ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مظفر گڑھ شہر سے حاصل کی پھر 24 سال کی عمر میں روزگار کی تلاش میں شہر کراچی کا رُخ کیا۔ موصوف نے جوانی میں تبلیغی جماعت، ڈاکٹر سعود الدین اور مولانا مودودی کی تحریکوں کے ساتھ کچھ وقت گزارا۔ پھر 1984ء میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی، جو کہ تادم آخر تک قائم رہی۔ موصوف نے کراچی میں روزگار کے سلسلے میں مختلف کام کیے۔ پھر انجمن خدام القرآن سندھ کے دفتر میں بھی اعزازی خدمات سرانجام دیں۔ تنظیم اسلامی حلقہ سندھ کے دفتر میں ملازمت بھی کی۔ موصوف کی رہائش کراچی کے پوش علاقہ طارق بلڈنگ ڈرگ روڈ کینٹ کراچی میں تھی۔

مارچ 1996ء میں انجمن خدام القرآن کی خدمات سے معذرت کر لی۔ موصوف کو 1990ء سے دمہ کی تکلیف شروع ہوئی۔ کراچی کی آب و ہوا اُن کی صحت کے لیے موزوں نہ رہی۔ بالآخر 15 اگست 1993ء کو تنظیم کی ملازمت چھوڑ کر اپنے آبائی گاؤں واپس آ گئے۔ 21 اگست 1997ء نے انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع اس وقت کے امیر حلقہ پنجاب جنوبی جناب مختار حسین فاروقی مرحوم کو دی۔ پھر کچھ عرصہ حلقہ کے آفس میں بطور ناظم منفرد رفقاء ذمہ داری بھی ادا کی۔ موصوف نے مظفر گڑھ شہر میں الہدیٰ کٹ پیس کلاتھ سیل کے نام سے کاروبار بھی کیا۔ پھر قرآن اکیڈمی ملتان میں شفٹ ہو گئے۔ 4 سال یہاں ناظم مکتبہ کی ذمہ داری ادا کی۔ بعد میں ملازمت چھوڑ کر پراپرٹی ڈیلر کا کام شروع کیا۔ 1997ء سے 2022ء تک ملتان میں ہی رہے۔ بہت فعال رفیق تھے۔ ماہِ رمضان المبارک میں سحر و افطار اور دورہ ترجمۃ القرآن کے لیے مقدور بھر عطیات کا انتظام کراتے۔ 2010ء کا سیلاب کا موقع تھا ضلع مظفر گڑھ، کوٹ ادو کا علاقہ سیلاب کے زیر اثر آ گیا۔ موصوف نے سیلاب زدگان کی امداد کے لیے بہت کام کیا۔

لوگوں کو مالی امداد کے ساتھ ساتھ گھروں کی تعمیر، خیمہ جات کی فراہمی تک کا کام کیا۔ ایک سفر میں راقم الحروف بھی ان کے ہمراہ تھا۔ رات کے ایک بجے تک امدادی سامان کشتیوں پر لاد کر بستی کے لوگوں کو پہنچایا گیا۔ موصوف نے بانی محترم کے ہمراہ کئی اسفار کیے۔ کراچی کے سینئر رفقاء اب تک اُن کو یاد کرتے ہیں۔

موصوف ہر دم خدمت خلق کے لیے سرگرم رہتے۔ سالانہ اجتماع پر ناظم پنڈال کی ذمہ داری عرصہ 10 سال سے ادا کر رہے تھے۔ نماز کی صفوں کا اہتمام اور قرآن مجید رکھنے کا انتظام خود کرتے تھے۔ بیواؤں، غیریبوں و ضرورت مندوں کا خیال رکھتے۔ جو بھی ان سے اپنی ضرورت کا اظہار کرتے اس کی ہر ممکن مدد فرماتے۔ موصوف عرصہ 3 سال سے ہڈیوں کے کینسر کی تکلیف میں مبتلا تھے اور زیر علاج تھے۔ مورخہ 27 جولائی 2022ء بروز بدھ کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف نے سوگواران میں ایک بیوی، بیٹی اور چار بیٹے چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اپنے آبائی گاؤں میں ان کی تدفین اپنے گھر کے سامنے واقع قبرستان میں ہوئی۔ ملتان سے بھی 60 کے قریب رفقاء شریک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی آخرت کی منزلیں آسان فرمائے۔ آمین! ۞۞۞

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

بمقام ''مسجد عائشہ، پٹیل باغ، کواری روڈ کوئٹہ، حلقہ بلوچستان'' میں

26 تا 28 اگست 2022ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔

☆ اسلام کا انقلابی منشور (سیاسی سطح پر)

زیادہ سے زیادہ امراء، نقباء و معاونین پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں۔

برائے رابطہ: 0333-7860934 / 081-2842969

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

Revitalization of Faith: The Necessary Precondition of an Islamic Renaissance

Modern rationalistic and pseudo-scientific interpretations of Islam are quite alien to Islam itself and lack a direct link with the original mission of the Prophet *(SAAW)*. They are devoid of the spiritual message which is the heart of the Qur'anic revelation. They fail to appreciate Islam as a spiritual and metaphysical tradition. But since Islam is essentially based on inward faith known in Arabic as Iman, its renaissance can never be brought about without first reviving and indeed revitalizing the faith of a large part of the Muslim community. There is no denying the importance of political freedom and the independence of Muslim countries and these have undoubtedly contributed to generate greater awareness of Islamic values and ideals. Similarly, the idea of an Islamic way of life and confidence in its superiority over other ideologies has been useful to a limited extent and deserves our praise. The movements which were launched in the past, or those still engaged in advancing the cause of freedom are in fact contributing partially and in their own way, to the revival of the Islamic message. But the most real and fundamental task in this regard still remains to be done. It is imperative for the entire intelligentsia of the Muslim world to pay attention to – and whosoever realizes its real importance should strive for – the cardinal principle that a forceful movement be launched for reviving and revitalizing the Iman in the whole of the Muslim Ummah. In this way, Iman must be transformed from mere verbal attestation *(Qaal)* to an inward existential faith *(Haal)*.

Iman is essentially attestation of, and inner faith in, some metaphysical truths. The first step towards attaining this faith is to believe more firmly in some truths even though they are not observable or perceptible, and to hold the things heard by the heart to be more trustworthy than the things heard by the ear. Belief in the unseen *(Iman Bilghaib)* is the first and foremost condition of Iman and this requires a radical change in the thought system and in the point of view of the believer. According to this new perspective, the whole order of creation should be taken as nothing more than a fleeting appearance or shadow, whereas the existence of God should be felt as an eternally living Reality. Contrary to the view that the universe is a chain of eternally present and uncreated causes and effects, or that the world is governed by 'natural' forces and rigid mechanical laws, the Will of God, His design and purpose should be 'seen' and felt in operation at all times and in all parts of the cosmos. Matter is looked upon as insignificant, and the soul is thought to be man's essence. The locution *Insan* (man) is not to be attributed to man's animal and corporeal body but to the Divine spirit, the presence of which makes man superior to angels. Worldly life should appear to be transitory and unreal, and life Hereafter should alone be taken as real and ever-lasting. The pleasure of God should be held as more valuable than the attainment of all the riches of this world. And, according to a saying of the Prophet *(SAAW)*, the riches of this world should not even be assigned a value equal to a mosquito's wing. Let it be clearly and distinctly understood that unless and until a major portion of the Muslim Ummah really undergoes this profound transformation in thought and belief, the vision and the fond hope of an Islamic renaissance can never be realized.

<u>Ref</u>: "Islamic Renaissance: The Real Task Ahead", by Dr Absar Ahmad (pages 19-21);
English translation of the booklet
ِسلا م نے کھا "؟ ئیل : کا م "
by Dr Israr Ahmad *(RAA)*

Vol. 31 Regd. C.P.L NO. 114 No.31

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore